وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون
الانصاف
معہ ترجمہ موسوم بہ
وصّاف
مطبع عمدة المطابع دہلی میں مطبوع گردید

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی بعث سیدنا محمدا صلوات الله علیه الی الناس لیکون هادیا الی الله باذنه وسراجا منیرا ثم الهم الصحابة والتابعین والفقهاء المجتهدین ان یحفظوا سننه طبقة بعد طبقة الی ان یوذن الدنیا بانقضائها لیتم نعمه وکان علی ما یشاء قدیرا واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان سیدنا محمدا عبده ورسوله الذی لا نبی بعده صلی الله علیه واله واصحابه اجمعین

اما بعد فیقول الفقیر الی رحمة الله الکریم ولی الله بن عبد الرحیم اتم الله تعالی علیه نعمه فی الاولی والاخری ان الله تعالی القی فی

بسم الله الرحمن الرحیم

ہر طرح کی تعریف اللہ کیلیے جسنے بھیجا ہمارے سردار محمد کو (خدا کی رحمتین اُنپر) لوگون کی طرف تاکہ وہ ہوجائین راہ بتانیوالے طرف اللہ کے اُسکے حکم سے اور (ہوجائین) روشن چراغ پھر الہام کیا اللہ نے صحابہ اور تابعین اور فقہای مجتہدین کو کہ حفاظت کرین اُنکے دین کی ہر طبقہ مین یہانتک کے اعلان کرے دنیا اپنے ختم ہونیکا (یہ) اسواسطے (کیا) کہ پوری کرے نعمت اپنی اور وہ جس بات پر چاہے قادر ہے۔ اور مین شہادت دیتا ہون کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین کوئی اُسکا شریک نہین ہے اور شہادت دیتا ہون کہ ہمارے سردار محمد اُس کے بندے اور اُسکے رسول ہین جنکے بعد کوئی نبی نہین رحمت نازل کرے اللہ اُنپر اور اُنکے آل و اصحاب سب پر

اما بعد کہتا ہے محتاج اللہ کریم کی رحمت کا **ولی اللہ** بن عبد الرحیم {پوری کرے اللہ اُن دونون پر اپنی نعمتین دُنیا و آخرت مین} کہ اللہ تعالے نے ڈالی

تنبیہ جو جملے معترضہ خود مصنف کے بڑھائے ہوئے ہین وہ اس شکل کی دو خطوط کے درمیان ہین { } اور جو الفاظ مترجم کے بڑھائے ہوئے ہین وہ اس طرح کے دو خطوط کے درمیان ہین ( )

قلبي وقتاً من الاوقات ميزاناً اعرف به سبب كل اختلاف وقع في الملة المحمدية على صاحبها الصلوات والتسليمات واعرف به ما هو الحق عند الله وعند رسوله ومكنني من ان ابين ذلك بياناً لا يبقى معه شبهة ولا اشكال ثم سئلت عن سبب اختلاف الصحابة ومن بعدهم في الاحكام الفقهية خاصة فانتدبت لبيان بعض ما فتح علي ساعتئذ بقدر ما يسعه الوقت ويحيط به السائل فجاءت رسالة مفيدة في بابها وسميتها **الانصاف في بيان سبب الاختلاف** حسبي الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

باب اسباب اختلاف الصحابة والتابعين في الفروع

اعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن الفقه في زمانه الشريف مدوناً ولم يكن البحث في الاحكام يومئذ مثل البحث من هؤلاء الفقهاء حيث يبينون باقصى جهدهم الاركان والشروط والاداب

میرے دل میں ایک خاص وقت میں ایسی میزان کی پہچان ڈالی ہے کہ اسکے ذریعہ سے سبب تمام اُن اختلافات کا جو واقع ہوئی امت محمدیہ [علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات] میں معلوم ہو جاتی ہے اسکے ذریعہ سے کہ خدا اور خدا کے رسول کے نزدیک حق کیا ہے اور اللہ نے مجھے اسبات پر بھی قدرت دی کہ میں اس میزان کو بیان کر دوں (اور بیان بھی) ایسا کہ اسکے بعد کوئی شبہہ و اشکال سننے والے کو نہ رہ جائے پھر مجھ سے صحابہ اور انکے بعد والوں کے باہم مختلف ہونیکا سبب خاص احکام فقہیہ میں پوچھا گیا پس میں نے منظور کر لیا بیان کرنا بعض باتوں کا جو اللہ نے مجھپر اسوقت کھولیں موافق اسکے کہ گنجایش تھی اسکی وقت اور دریافت کر سکے اسکو سائل پس وہ ایک رسالہ بنگیا جو اپنے مقصد میں (نہایت) مفید ہے میں نے اسکا نام **الانصاف فی بیان سبب الاختلاف** رکھا کافی ہے مجکو اللہ اور وہ اچھا کارساز ہے اور نہیں ہے طاقت و قوت مگر اللہ بزرگ و برتر کی مدد سے

باب اول (صحابہ و تابعین کے فروعی اختلافات کے اسباب ذکر کیا ہیں)

جاننا چاہیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بزرگ زمانہ میں فقہ کتابوں میں لکھی نہ گئی تھی اور نہ اُس وقت احکام میں ویسی بحث ہوتی تھی جیسے یہ فقہا کرتے ہیں کہ وہ اپنی انتہائی کوشش سے ارکان کو اور شروط کو اور آداب کو ہر چیز کو

ل واضح رہے کہ صحابہ میں باہم جس قدر اختلافات تھے وہ سب فروعی تھے اصول میں وہ سب باہم متفق تھے وہ عقائد جنہوں نے نجات کا سبب ہیں تھے اور وجہ اسکی یہ تھی کہ اصول دین کو انھوں نے یقین کے ساتھ بہت اہتمام اور ضبط و اتقان کے ساتھ مشاہدۂ نبوت سے اخذ کیا تھا فالحمد للہ علی ذالک

كل شئ ممتازا عن الآخر بدليله ويفرضون الصور ويتكلمون على تلك الصور المفروضة ويحدون ما يقبل الحد ويحصرون ما يقبل الحصر الى غير ذلك من صنايعهم اما رسول الله صلعم فكان يتوضأ ويرى الصحابة وضوءه فيأخذون به من غير ان يبين ان هذا ركن وذلك ادب وكان يصلي فيرون صلوته فيصلون كما راوه يصلي وحج فرمق الناس حجه ففعلوا كما فعل وهذا كان غالب حاله صلعم ولم يبين ان فروض الوضوء ستة او اربعة ولم يفرض انه يحتمل ان يتوضأ انسان بغير موالاة حتى يحكم عليه بالصحة او الفساد الا ما شاء الله وقلما كان يسألونه عن هذه الاشياء عن ابن عباس قال ما رأيت قوما كانوا خيرا من اصحاب رسول الله صلعم ما سألوه الا عن ثلث عشرة مسئلة حتى قبض كلهن في القرآن منهن يسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه ويسألونك عن المحيض قال ما كانوا يسألون الا عما ينفعهم قال ابن

دوسرے سے جدا کرکے دلیل سے ثابت کرتے ہیں اور صورتین (مسائل کی) فرض کرتے ہیں اور اُن مفروضہ صورتوں پر بحث کرتے اور جو چیز قابل حد ہو اسکی حد بیان کرتے ہیں اور جو چیزیں قابل حصر ہیں انکو حصر کرتے ہیں اور اسی قسم کے کام کرتے ہیں مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ آپ وضو کرتے تھے اور صحابہ آپکا وضو کرنا دیکھتے تھی پھر وہ اُسکو اختیار کرتے تھی بغیر اسکے کہ آپ بیان فرمائیں کہ یہ (فعل) رکن ہو اور آپ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کی نماز دیکھتے تھے پھر جیسا آپکو پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے خود بھی پڑھتے تھے اور آپنے حج کیا لوگوں نے آپکا حج دیکھا پھر جیسا آپنے کیا تھا ویسا ہی انھوں نے بھی کیا یہی کیفیت آپ کی اکثر اوقات ہوتی تھی آپنے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وضو مین چھ یا چار فرض ہیں آپنے یہ صورت فرض کی کہ شاید کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کرے کہ اسپر آپ صحت یا فساد وضو کا حکم دیتے مگر کبھی کبھی آپ بیان بھی کر دیتے تھے اور صحابہ بھی باتین آپ سے بہت کم پوچھتے تھے حضرت ابن عباس سے مروی ہو وہ کہتے تھے کہ مین نے کوئی قوم اصحاب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہیں دیکھی صحابہ نے آپ سے صرف تیرہ مسئلے پوچھے یہانتک کہ آپ کی وفات ہوگئی یہ سب مسائل قرآن میں ہیں انمین سے (ایک) یہ ہے یسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه اور دوسرا یہ ہے یسألونك عن المحيض حضرت ابن عباس

[۱] حنفیہ کے نزدیک وضو میں یہی چار چیزیں فرض ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں یعنی منہ دھونا ہاتھ دھونا سر کا مسح پیر کا دھونا اور بعض ائمہ نے نیت اور موالات کو فرض کہا ہے انکے نزدیک فرائض وضو چھ ہوئے [۲] موالات سے درپے کام کرنیکو کہتے ہیں وضو میں موالات کا مطلب یہ ہو کہ ایک عضو خشک نہونے پائے کہ دوسرے عضو کو دھوئے

عمر لا تسأل عما لم يكن فاني سمعت عمر بن
الخطاب يلعن من سأل عما لم يكن قال
القاسم انكم تسألون عن اشياء ما كنا
نسئل عنها وتنقرون عن اشياء ما ادري
ما هي ولو علمناها ما حل لنا ان نكتمها عن
عمر بن اسحاق قال لمن ادركت من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر مما
سبقني منهم فما رايت قوما ايسر سيرة ولا
اقل تشديدا منهم وعن عبادة ابن نسي
الكندي سئل عن امرأة ماتت مع قوم
ليس لها ولي فقال ادركت اقواما ما كانوا
يشددون تشديدكم ولا يسئلون
مسائلكم اخرج هذه الآثار الدارمي
وكان صلى الله عليه وسلم يستفتيه الناس
في الوقائع فيفتيهم ويرفع اليه القضايا
فيقضي فيها ويرى الناس يفعلون معروفا
فيمدحه او منكرا فينكر عليه وكل ما افتى به
مستفتيا وقضى به في قضية او انكره على
فاعله كان في الاجتماعات ولذلك كان
الشيخان ابو بكر وعمر اذا لم يكن لهما علم

کہتے تھے کہ صحابہ انھیں باتوں کو پوچھتے تھے جو انکو نفع دیں حضرت
ابن عمر فرماتے تھے کہ وہ بات نہ پوچھو جو ابھی نہیں ہوئی کیونکہ
میں نے اپنے والد عمر بن خطاب سے سُنا ہے وہ لعنت کرتے تھے اس شخص کو
جو ایسی بات پوچھے کہ ابھی نہیں ہوئی قاسم (بن محمد بن ابی بکر صدیق) نے
(ایکمرتبہ) کہا کہ تم لوگ ایسی چیزیں پوچھتے ہو کہ ہم نہ پوچھتے تھے اور تم لوگ
ایسی باتوں کی تفتیش کرتے ہو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم
ان باتوں کو جانتے ہوتے تو ہمکو انکا چھپانا[1] جائز نہ ہوتا۔ عمر بن اسحاق
سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا جسقدر اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کو میں نے دیکھا ہے وہ زیادہ تھے ان سے جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں کہ قوم
کو ان سے زیادہ آسان روش چلتی ہوئی اور کم شدت کرنیوالا میں نے نہیں
دیکھا اور عبادہ بن نسی کندی سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک
عورت ایسے لوگوں میں مری کہ محرم نہیں اور کوئی اسکا ولی نہیں ہے تو
اسکو غسل کون دے؟ عبادہ نے کہا میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تمہاری
طرح سختی کرتے تھے اور نہ تمہاری طرح مسائل پوچھتے تھے ان سب آثار[2] کو دارمی
نے لکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ واقعات
میں آپ سے فتویٰ پوچھتے تھے آپ انکو فتویٰ دیتے تھے مقدمات آپکے
سامنے پیش کیے جاتے تھے اور آپ انمیں فیصلہ کرتے تھے اور جب لوگوں کو
کوئی اچھا کام کرتے دیکھتے تھے تو اسکی تعریف کرتے تھے یا برا کام کرتے دیکھتے
تھے تو اسکو برا کہدیتے تھے اور یہ سب باتیں یعنی جو فتویٰ آپنے کسی مستفتی
کو دیا یا کسی مقدمہ میں فیصلہ کیا یا کسی کام کے کرنیوالے کو برا کہا مجمعوں میں

[1] حدیث شریف میں ہے کہ جس کسی سے علم کی بات پوچھی جائے اور وہ جانتا ہو پھر چھپائے یعنی بیان نہ کرے تو اسکے منہ میں قیامت کو آگ کی لگام دیجائیگی ترمذی و ابو داؤد وغیرہ ۔ [2] اصطلاح میں اقوال و افعال صحابہ کو اثر کہتے ہیں آثار اسکی جمع ہے ۔

فی المسئلة یسئلان الناس عن حدیث
رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ابوبکر
ما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال فیها شیئا یعنی الجدة و سأل الناس
فلما صلی الظهر قال ایکم سمع رسول الله
صلی الله علیه وسلم فی الجدة شیئا فقال
المغیرة بن شعبة انا قال ماذا قال اعطاها
رسول الله صلی الله علیه وسلم سدسا قال
ایعلم ذلک احد غیرک فقال محمد ابن
مسلمة صدق فاعطاها ابوبکر السدس
وقصة سوال عمر الناس فی الغرة ثم رجوعه
الی خبر مغیرة و سواله ایاهم فی الوباء ثم
رجوعه الی خبر عبد الرحمن ابن عوف و
کذا رجوعه فی قصة المجوس الی خبره
و سرور عبد الله بن مسعود بخبر معقل
بن یسار لما وافق رایه وقصة رجوع

ہوتی تھیں اسی واسطے شیخین یعنے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق
کی عادت تھی کہ جب انکو کسی مسائلہ میں علم نہوتا تھا تو لوگوں سے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوچھتے تھے چنانچہ ابوبکر صدیق
نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جدہ (یعنی دادی
یا نانی کی میراث) کی بابت کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا گر میں اور لوگوں سے
پوچھونگا (شاید اور کسیکو حدیث معلوم ہو) پھر جب انھوں نے
ظہر کی نماز پڑھلی تو پوچھا کہ تم میں سے کسی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے
جدہ کی بابت کچھ سنا ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے (سنا ہی)
حضرت صدیق نے پوچھا کیا انھوں نے کہا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم
جدہ کو چھٹا حصہ یا حضرت صدیق نے پوچھا کیا اسکو تمھارے سوا
اور کوئی بھی جانتا ہی حضرت محمد بن سلمہ نے کہا ہاں سچ کہتے ہیں
پس حضرت ابوبکر نے جدہ کو چھٹا حصہ دیا۔ اور حضرت عمر کا
قصہ غرہ کی بابت پوچھنا پھر حضرت مغیرہ کی حدیث کیطرف رجوع
کرنا اور نیز وبا کی متعلق انکا پوچھنا پھر حضرت عبد الرحمن ابن عوف کی
حدیث کیطرف رجوع کرنا اور اسیطرح مجوسیوں کے قصہ میں حضرت عبد الرحمن
کی حدیث کیطرف رجوع کرنا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا حضرت معقل بن

سلہ یہ اوس وقت کا حال ہی کہ ایک عورت کا پوتا یا نواسہ مر گیا تھا وہ حضرت صدیق کی خدمت میں آئی کہ میرا حصہ میت کے مال سے دلوا دیجے ۱۲
سلہ اگر کسی حاملہ کو کسی نے مارا اور اوسکا حمل ساقط ہو کر بچہ مر گیا تو اس بچہ کا خونبہا غرہ ہی یعنے ایک غلام یا لونڈی یا پچاس دینار یا پانسو
درم حضرت فاروق نے اس معاملہ میں لوگوں سے مشورہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے بچہ شکم کا خونبہا غرہ فرمایا ہی حضرت عمر نے
فتوی اوسی کے بموجب حکم دیا ۱۲ سلہ حضرت عمر رض لشکر کو شام لئے جاتے تھے راہ میں سنا کہ شام میں وبا ہی جا بجا مہاجرین و انصار سے جو مشورہ
کیا تو وہ کسی بات پر متفق نہوئے عبد الرحمن بن عوف نے آکر عرض کیا کہ آنحضرت صلعم نے وبا کی جگہ جانے سے منع فرمایا ہی آپنے یہ حدیث
سنکر لشکر کو واپسی کا حکم دیا بخاری میں یہ قصہ مفصل مذکور ہی ۱۲ سلہ حضرت فاروق رض مجوسیوں سے جزیہ نہ لیتے تھے عبد الرحمن بن عوف نے کہا
کہ آنحضرت صلعم مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیتے تھے اس حدیث کو سنکر حضرت عمر نے بھی لینا شروع کیا ۱۲ دیکھو بخاری ابو داؤد سلہ یہ قصہ مفصل اول نسخہ میں مذکور ہی ۱۲

ابی موسی عن باب عمر وسواله عن الحدیث
وشهادة ابی سعید له وامثال ذلك كثيرة
معلومة مروية فی الصحیحین والسنن
وبالجملة فهذه كانت عادته الكريمة صلى الله
عليه وسلم فرأى كل صحابی ما يسره الله
من عباداته وفتاواه واقضيته فحفظها
وعقلها وعرف لكل شئ وجها من قبل
حفوف القرائن به فحمل بعضها على الاباحة
وبعضها على الاستحباب وبعضها على النسخ
لامارات وقرائن كانت كافية عنده ولم يكن
العمدة عندهم الا وجدان الاطمينان والثلج
من غير التفات الى طرق الاستدلال كما ترى
الاعراب يفهمون مقصود الكلام فيما بينهم
وتثلج صدورهم بالتصريح والتلويح والايماء
من حيث لا يشعرون فانقضى عصره
الكريم وهم على ذلك
ثم انهم تفرقوا فی البلاد وصار كل واحد
مقتدى ناحية من النواحی فكثرت

یسار کی حدیث سنکر خوش ہوا جبکہ وہ حدیث انکی رائے کے موافق نکلی اور حضرت
ابو موسے (اشعری) کا حضرت عمر کے دروازہ سے واپس چلا آنا اور حضرت عمرؓ کا
حدیث پوچھنا اور حضرت ابو سعید خدری کا حضرت ابو موسے کے موافق شہادت
دینا اور اسی قسم کے بہت سے واقعات (اہل علم کو) معلوم ہیں اور صحیحین اور
سنن میں مذکور ہیں **خلاصہ** یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف
یہی تھی پس صحابی نے جسقدر اللہ نے انکو توفیق دی آپکے عبادات اور
فتوے اور فیصلے دیکھے اور انکو یاد کیا اور سمجھا اور ہر چیز کی وجہ قرائن سے معلوم کی
پس انہوں نے آپکے کسی فعل کو اباحت پر اور کسی فعل کو استحباب پر
اور کسی فعل کو نسخ پر محمول کیا بوجہ ان علامات و قرائن کے جو انکے
نزدیک کافی تھے اور صحابہ کے نزدیک اطمینان (قلب) اور تسکین
(خاطر) سے بہتر (تحقیق حق کا) کچھ (ذریعہ) نہ تھا (انکو) طرق استدلال
کیطرف بالکل التفات نہ تھا جس طرح تم بدوؤں کو دیکھتے ہو کہ باہم
مقصود کلام کا سمجھ لیتے ہیں اور انکے دل تصریح اور کنایہ اور
اشارہ سے ایسے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انکو خبر نہیں ہوتی پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باعظمت زمانہ گذر گیا
اور صحابہ کی یہی حالت رہی۔
پھر بعد وفات سرور عالم کے اصحاب کرام شہروں میں منتشر ہوگئے
اور ہر ایک ایک طرف کا پیشوا ہو گیا پھر واقعات بکثرت

۱؎ ایک مرتبہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور دروازہ پر تین دفعہ اجازت چاہی جب کچھ جواب نہ ملا تو واپس گئے حضرت عمرؓ نے کام سے
فارغ ہو کر کہا کہ ابو موسی کو اجازت دو وہ دروازہ پر نہ تھے انکو بلوا کر سبب واپس جانے کا پوچھا انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے کہ تین بار اجازت مانگو اگر اجازت ملے تو داخل ہو ورنہ واپس چلے جاؤ حضرت عمرؓ نے اس حدیث پر گواہ مانگا ابو سعید خدری نے گواہی دی رواہ البخاری مفصلاً ۱۲

الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فيها
فاجاب كل واحد حسب ما حفظه او استنبطه
وان لم يجد فيما حفظه واستنبط ما يصلح للجواب
اجتهد برأيه وعرف العلة التي ادار رسول
الله صلى الله عليه وسلم عليها الحكم في
منصوصاته فطرد الحكم حيث ما وجدها
لا يألو جهدا في موافقة غرضه عليه الصلوة
والسلام فعند ذلك وقع الاختلاف
بينهم على ضروب منها ان صحابيا سمع
حكما في قضية او فتوى ولم يسمعه الآخر
فاجتهد برايه في ذلك وهذا على وجوه
احدها ان يقع اجتهاده موافق الحديث
مثاله ما رواه النسائي وغيره ان ابن مسعود
سئل عن امرأة مات عنها زوجها ولم يفرض
لها فقال لم ار رسول الله صلعم يقضي في
ذلك فاختلفوا عليه شهرا والحوا فاجتهد
برايه وقضى بان لها مهر نسائها لا وكس
ولا شطط وعليها العدة ولها الميراث
فقام معقل بن يسار فشهد بانه صلى الله

ہوئے اور مسائل پیش آئے لوگوں نے اُنسے انمین فتوی پوچھا پس
ہر صحابی نے موافق اپنی یاد اور استنباط کے جواب دیا اور اگر انکو
اپنی یاد اور استنباط مین کوئی ایسی بات نملی جو جواب کے قابل
ہو تو انھون نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور اس علت کو معلوم
کیا جسپر رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صریح ارشادونمین حکم جاری
کیا تھا پس صحابہ نے اس حکم کو عام[1] کر دیا جہان کہین وہ علت
انکو معلوم ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود کی موافقت
حاصل کرنے مین کم کوشش نکرتے تھے پس اس حالت مین انمین
باہم کئی قسم کے اختلاف واقع ہوئے۔ **منجملہ** انکے یہ کہ کسی
صحابی نے کوئی حکم کسی مقدمہ مین یا کوئی فتوی سنا اور دوسرے
نے نسنا پس اُس دوسرے نے اس معاملہ مین اپنی رای سے
اجتہاد کیا اسمین کئی صورتین پیش آئین **اول** یہ کہ اجتہاد انکا
موافق حدیث کے اترا مثال اُسکی یہ ہے کہ نسائی وغیرہ نے حضرت
ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انسے پوچھا گیا کہ ایک عورت کا
شوہر[2] مر گیا اور اُسنے کچھ مہر اسکا مقرر نکیا تھا حضرت ابن
مسعود نے کہا مین نے اس معاملہ مین رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو
کوئی حکم دیتے ہوئے نہین سُنا پھر اُن لوگون نے ایک مہینہ تک انکے
پاس آمد و رفت رکھی اور جواب کیلیے اصرار کرتے رہے تو حضرت
ابن مسعود نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور حکم دیا کہ اُس عورت کو اُسکے

[1] مثلاً حرمت شراب کا حکم ہوا اُس حکم کی علت دریافت کی معلوم ہوا کہ حرمت کی علت مسکر ہے پس جس جس چیز مین انکو مسکر معلوم ہوا اسکو حرام کہدیا اسی کا نام قیاس ہے ۱۲ [2] اور اُس عورت سے ہمبستر بھی نہ ہوا تھا نسائی مین اسکی تصریح ہے ۱۲

عليه وسلم قضى بمثل ذلك في امرأة منهم ففرح
بذلك ابن مسعود فرحة لم يفرح مثلها قط
بعد الاسلام وثانيها ان يقع بينهما المناظرة
ويظهر الحديث بالوجه الذي يقع به غالب
الظن فيرجع عن اجتهاده الى المسموع
مثاله ما رواه الائمة من ان ابا هريرة كان
من مذهبه ان من اصبح جنبا فلا صوم
له حتى اخبرته بعض ازواج النبي صلى الله
عليه وسلم بخلاف مذهبه فرجع وثالثها
ان يبلغه الحديث ولكن لا على الوجه الذي
يقع به غالب الظن فلم يترك اجتهاده بل
طعن في الحديث مثاله ما رواه اصحاب
الاصول من ان فاطمة بنت قيس شهدت
عند عمر بن الخطاب بانها كانت مطلقة
الثلاث فلم يجعل لها رسول الله صلى الله
عليه وسلم نفقة ولا سكنى فرد شهادتها وقال
لا نترك كتاب الله بقول امرأة لا ندري

خاندان کی عورتوں کے برابر مہر ملیگا نہ کم نہ زیادہ اور اسپر عدت بھی لازم ہوگی اور اسکو
میراث بھی ملیگی پس حضرت معقل بن یسار کھڑے ہوگئے اور انہوں نے شہادت دی کہ
آنحضرت صلعم نے ہماری قبیلہ کی ایک عورت کے متعلق ایسا ہی حکم دیا تھا پس
حضرت ابن مسعود اسکو سنکر ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد کبھی ایسے خوش نہ ہوئے
تھے **دوسرے** یہ کہ ان دونوں صحابیوں میں مناظرہ ہو گیا اور حدیث ایسے طور
پر ظاہر ہو گئی کہ اسکو واجب العمل ہونیکا غالب گمان پیدا ہو گیا پس وہ دوسرا
اپنے اجتہاد سابق سے باز آیا مثال اسکی یہ ہے کہ ائمہ حدیث نے روایت کی
کہ حضرت ابو ہریرہ کا مذہب تھا کہ جو شخص صبح کو حالت جنابت میں اٹھے اسکا روزہ
صحیح نہوگا یہانتک کہ بعض ازواج نبی صلعم نے اسکے خلاف انکو حدیث سنائی
پس انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کیا **تیسرے** یہ کہ اجتہاد کرنیوالے صحابی کو
حدیث پہونچی مگر ایسے طریقہ پر پہونچی جس سے اسکے واجب العمل ہونیکا گمان
غالب نہ ہوا اسنے اپنا اجتہاد نہ چھوڑا بلکہ حدیث میں طعن کیا مثال اسکی یہ ہے
کہ اصحاب اصول نے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمر بن
خطاب کے سامنے شہادت دی کہ مجکو تین طلاقیں دی گئیں پس آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے نفقہ کا حکم دیا نہ رہنے کے مکان کا
حضرت عمر نے فاطمہ کی شہادت نہ مانی اور فرمایا کہ ہم کتاب خدا
کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتے ایک ایسی عورت کے کہنے سے کہ

ف۱ یعنی ایک وہ جسکو حدیث معلوم تھی دوسرا وہ جس نے حدیث نہ معلوم ہونیکے باعث اجتہاد کیا تھا ۱۲ **ف۲** حضرت عائشہ رضہ اور ام سلمہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے ہم بستر ہو کر جنابت کی حالت میں صبح کو اٹھتے تھے پھر روزہ رکھتے تھے رواہ البخاری ۱۲ **ف۳** محدثوں کی اصطلاح میں صحاح ستہ کو اصول کہتے ہیں اور انکے مولفین کو اصحاب اصول ۱۲ **ف۴** اشارہ ہے اُن آیات قرآنی کی طرف جن میں مذکور ہے کہ مطلقہ عورتوں کو نفقہ اور رہنے کا گھر دو ۱۲

اصدقت ام كذبت لها النفقة والسكنى
وقالت عائشة رضـ ما لفاطمة الا تتقى الله تعنى
فى قولها لا سكنى ولا نفقة ومثال الآخر ما روى
الشيخان انه كان من مذهب عمر بن الخطاب
ان التيمم لا يجزئ الجنب الذى لا يجد ماء
فروى عنده عمار انه كان مع رسول الله
صلعم فى سفر فاصابته جنابة ولم يجد ماء
فتمعك فى التراب فذكر ذلك لرسول الله
صلعم فقال رسول الله صلعم انما كان يكفيك
ان تفعل هكذا وضرب بيديه الارض
فمسح بهما وجهه ويديه فلم يقبل عمر ولم
ينهض عنده حجة لقادح خفى رآه فيه حتى
استفاض الحديث فى الطبقة الثانية من طرق

معلوم نہیں اسنے سچ کہا[1] یا جھوٹ مطلقہ عورت کو نفقہ اور رہنے کا مکان ملیگا
اور حضرت عائشہ نے فاطمہ کی بابت کہا کہ وہ خدا سے نہیں ڈرتی اپنی اس بات میں جو کہ
کہتی ہے کہ مطلقہ عورت کیلئے نہ رہنے کا مکان ہے اور نہ نفقہ دوسری
مثال بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کا مذہب
یہ تھا کہ تیمم جنب کو کافی نہیں ہے اگر وہ پانی نہ پاوے پس انکے سامنے حضرت
عمار نے روایت بیان کی کہ میں ایک سفر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہمراہ تھا مجھے جنابت ہو گئی اور پانی نہ ملا میں مٹی میں لوٹا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو صرف
اس طرح کرنا کافی تھا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر
مار کر انکو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیرا اگر حضرت عمر نے اس
حدیث کو قبول نہ کیا اور انکے نزدیک یہ حدیث حجت ہونے کے
قابل نہ ہوئی بوجہ کسی مخفی طعن کے جو انھوں نے اس حدیث میں
دیکھا کہ یہ حدیث دوسرے طبقہ میں مستفیض ہو گئی۔

[1] یہ لفظ قابل تاویل ہے صحابہ سب عدول ہیں سب راستگو ہیں الصحابہ کلہم عدول جمہور اہل سنت کا مسئلہ کلیہ ہے اس کیلئے
دلایل قاطعہ اپنے مقام پر مذکور ہیں اور باہم صحابہ میں کبھی تکاذب واقع نہیں ہوا باوجودیکہ جمل و صفین میں خونریزیاں
ہوئیں حضرت عثمان کی شہادت کا فتنہ برپا ہوا مگر کبھی کسی صحابی نے دوسرے صحابی کی روایت کو جھوٹ نہیں کہا
پس تاویل اسکی یہ ہے کہ جھوٹ کئی معنی میں مستعمل ہوتا ہے (۱) اپنے علم و اعتقاد کے خلاف کوئی بات کہی جاوے اور وہ خلاف واقع
بھی ہو (۲) اپنے علم و اعتقاد کے خلاف کوئی بات کہی جاوے اور وہ مطابق واقع کے ہو جس طرح منافق لوگ ان
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کہتے تھے تو اللہ تعالی نے سورہ منافقین میں فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں یعنی یہ
قول انکا خلاف انکے اعتقاد کے ہے گو واقع کے مطابق ہے (۳) اپنے علم و اعتقاد کے موافق کوئی بات کہی جاوے گر وہ خلاف
واقع ہو یہ تیسری قسم کا جھوٹ اکثر بشریت سے صادر ہو جاتا ہے حتی کہ انبیا علیہم السلام سے صادر ہوا ہے اور باتفاق
جمیع اہل اسلام قادح عصمت نہیں ہے کیونکہ اس جھوٹ کا غلطی اجتہاد یا سہو و نسیان کے زیادہ اور کچھ نہیں ہے مثال
اسکی یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام جب کوہ طور سے توراۃ لیکر بنی اسرائیل کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ گوسالہ
پرستی کر رہے ہیں پس اس حالت کو دیکھ کر انتہا سخت غصہ آیا اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے اور فرمایا
کہ تم نے بنی اسرائیل میں کفر قرار دیا اور میری بات کا خیال نہ رکھا
حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت ہارون پیغمبر کو کفر قرار دینے والا اور اپنی بات کا خیال نہ کرنے والا فرمانا

كثيرة واضمحل وهو القادح ذلك وابه
وتر ربان لا يصل اليه الحديث اصلاً
مثاله ما اخرج مسلم ان ابن عمر كان يامر
النساء اذا اغتسلن ان ينقضن رؤسهن
فسمعت عائشة بذلك فقالت يا عجبا لابن
عمر هذا يامر النساء ان ينقضن رؤسهن افلا
يامرهن ان يحلقن رؤسهن لقد كنت اغتسل
انا ورسول الله صلعم من اناء واحد وما
ازيد على ان افرغ على راسي ثلاث افراغات
مثال آخر ما ذكره الزهري من ان هند لم
يبلغها رخصة رسول الله صلعم في المستحاضة
فكانت تبكي لانها كانت لا تصلي ومن تلك
الضروب ان يروا رسول الله صلى الله عليه وسلم
فعل فعلا فحمله بعضهم على القربة وبعضهم
على الاباحة مثاله ما رواه اصحاب الاصول
في قضية التحصيب اي النزول بالابطح
عند النفر نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم
به فذهب ابو هريرة وابن عمر الى انه على وجه

اور خیال طعن کا کمزور ہو گیا اور لوگوں نے اسپر عمل کیا۔
چوتھے یہ کہ اجتہاد کرنے والے صحابی کو حدیث بالکل پہونچی
ہی نہیں مثال اسکی یہ ہے کہ مسلم نے روایت لکھی ہے کہ حضرت
ابن عمر عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ غسل کریں تو
اپنے سر کے بال کھول دیں حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا
تعجب ہے ابن عمر سے وہ حکم دیتے ہیں عورتوں کو کہ وہ
اپنے سر کے بال کھول لیا کریں یہ کیوں نہیں حکم دیتے کہ
اپنے سروں کو منڈوا دیں بیشک میں اور رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم ایک ہی ظرف سے غسل کرتے تھے اور میں اس سے
زیادہ کچھ نہ کرتی تھی کہ اپنے سر پر تین بار پانی بہاتی تھی مثال
دوسری وہ ہے جو زہری نے ذکر کی ہے کہ ہند کو رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت مستحاضہ[1] کے بارے میں نہ
پہونچی تھی تو وہ روتی تھیں کیونکہ وہ (بحالت استحاضہ)
نماز نہ پڑھتی تھیں اور منجملہ اقسام اختلاف کے یہ ہے کہ صحابہ رسول خدا
صلعم کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھیں اور بعض صحابہ اسکو
عبادت سمجھیں اور بعض مباح خیال کریں مثال اسکی یہ ہے کہ اصحاب
اصول نے حج میں محصب یعنی تمام ابطح[2] میں اترنے کے متعلق لکھا ہے کہ وقت نفر
حضور وہاں فروکش ہوئے پس حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر اس طرف گئے

[1] مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جسکو علاوہ حیض نفاس کے اندر کوئی خون آئے پہچان استحاضہ کی اور احکام اسکے علم الفقہ جلد اول میں دیکھو ۱۲

[2] ابطح بوزن افعل بتفضیل نام میل گاہ وادی مکہ کا ہے اور اصل میں پتھریلی زمین کو کہتے ہیں ۱۲

القربة فجعلوه من سنن الحج وذهب عائشة
وابن عباس الى انه كان على وجه الاتفاق وليس من
السنن ومثاله ايضا ذهب الجمهور الى ان الرمل في الطواف
سنة وذهب ابن عباس الى انه انما فعله النبي صلعم
على سبيل الاتفاق بعارض عرضه وهو قول
المشركين حطمهم حمى يثرب وليس بسنة
ومنها اختلاف الوهم في تعيين مثاله ان
رسول الله صلعم حج فرآه الناس فذهب بعضهم الى
انه كان متمتعا وبعضهم الى انه كان قارنا و
بعضهم الى انه كان مفردا ومثاله ايضا اخرج ابو داود
عن سعيد بن جبير انه قال قلت لعبد الله بن
عباس يا ابا العباس عجبت لاختلاف اصحاب
رسول الله صلعم في اهلال رسول الله صلعم حين
اوجب فقال اني لاعلم الناس بذلك انها انما
كانت من رسول الله صلعم حجة واحدة فمن هنالك
اختلفوا خرج رسول الله صلعم حاجا فلما صلى
في مسجد ذي الحليفة ركعتيه اوجب في مجلسه
فاهل بالحج حين فرغ من ركعتيه فسمع ذلك منه
اقوام فحفظته عنه ثم ركب فلما استقلت به

قربت یعنی عبادت ہی لہذا انھوں نے اس کو حج کی سنتوں میں شمار کیا
اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اس طرف ہیں کہ یہ امر اتفاقی
طور پر تھا (حج کی) سنتوں میں نہیں ہو دوسری مثال جمہور
اس طرف گئے ہیں کہ رمل یعنی اکڑ کر چلنا طواف میں سنت ہی
اور حضرت ابن عباس اس طرف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو اتفاقی طور پر کیا تھا بوجہ ایک عارضی بات کے یعنی مشرکین کے
اس کہنے کے کہ مسلمانوں کو یثرب کی تپ نے کمزور کر دیا ہی ورنہ
وہ سنت نہیں ہی اور منجملہ ان اقسام اختلاف کے ایک یہی
ہو کہ (حدیث کے) بیان کرنے میں وہم کے باعث اختلاف ہو مثال
اسکی یہ ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور لوگوں نے آپکو
(حج کرتے ہوئے) دیکھا پس بعض اس طرف گئے کہ آپ متمتع تھے اور بعض اس طرف گئے
کہ آپ قارن تھے اور بعض اس طرف ہیں کہ آپ مفرد تھے دوسری مثال ابوداود
نے سعید بن جبیر سے روایت نقل کی ہو کہ میں نے حضرت ابن عباس سے
کہا کہ اے ابوالعباس مجھے تعجب ہو کہ رسول خدا صلعم کے اصحاب آپکے احرام کے
بارے میں کہ جس وقت آپنے احرام باندھا تھا کیوں مختلف ہیں حضرت ابن عباس نے
کہا میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں رسول خدا صلعم نے صرف ایک
ہی حج کیا تھا جسمیں وہ مختلف ہو گئے رسول خدا صلعم حج کے ارادے سے
نکلے پس جب مسجد ذی الحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ چکے تو وہیں احرام باندھا اور
حج کا احرام باندھا جب دو رکعتوں سے فارغ ہوئے آپ سے بہت سے لوگوں نے سنا اور

[1] متمتع وہ ہو جو حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کر کے سر منڈا دے اور حلال ہو جاوے پھر اسی سفر میں احرام حج کا باندھ کر حج کرے
قارن وہ ہے جو حج اور عمرہ کی ایکساتھ نیت کرے اور دونوں کے بیچ میں حلال نہو اور مفرد وہ ہو جو صرف حج کی نیت کرے ۱۲

ثم اهل ادرك ذلك منه اقوام وذلك
ان الناس انما كانوا ياتون ارسالا فسمعوه حين
استقل به ناقته يهل فقالوا انما اهل رسول
الله صلى الله عليه وسلم حين استقلت به ناقته
ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما علا
على شرف البيداء اهل وادرك ذلك منه اقوام
فقالوا انما اهل حين علا على شرف البيداء وايم
الله لقد اوجب في مصلاه واهل حين استقلت
به ناقته واهل حين علا على شرف البيداء
ومنها اختلاف السهو والنسيان مثاله ما روي
ان ابن عمر كان يقول اعتمر رسول الله صلى
الله عليه وسلم عمرة في رجب فسمعت بذلك
عائشة فقضت عليه بالسهو **ومنها** اختلاف
الضبط مثاله ما روى ابن عمر عنه صلى الله عليه وسلم
من ان الميت يعذب ببكاء اهله عليه فقضت عائشة
عليه بانه لم ياخذ الحديث على وجهه مر رسول
الله صلى الله عليه وسلم على يهودية يبكي عليها
اهلها فقال انهم يبكون عليها وانها تعذب
في قبرها فظن العذاب معلولا للبكاء
وظن الحكم عاما على كل ميت **ومنها**

تو آپ نے لبیک کہا کچھ لوگون نے (اسوقت) سنا کیونکہ لوگ کچھ دور گروہ بنے
چلتے تھے پس بعض نے اسوقت سنا جب اونٹنی آپ کو لیکر کھڑی ہوئی پھر
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے جب (مقام) بیدا مین پہونچے
تو پھر لبیک کہا کچھ لوگون نے (اسوقت) سُنا تو اُنھون نے کہا کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت احرام باندھا جب آپ بیدا کی بلندی
پر چڑھے حالانکہ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
احرام باندھا تھا جہان نماز پڑھی تھی اور اونٹنی پر سوار ہو کر بھی
لبیک کہا اور بیدا کی بلندی پر پہونچکر بھی لبیک کہا **اور منجملہ**
اقسام اختلاف کے اختلاف سہو و نسیان کا ہے مثال اسکی یہ ہے
مروی ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے رجب مین عمرہ کیا (حالانکہ یہ سہو تھا) جب حضرت
عائشہ نے اسکو سُنا تو اُنھون نے اُنپر سہو کا حکم لگا دیا۔
اور منجملہ اقسام اختلاف کے اختلاف ضبط کا ہے مثال اسکی یہ ہے کہ
حضرت ابن عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میت
پر اسکے عزیزون کے رونیکی باعث عذاب کیا جاتا ہے حضرت عائشہ نے
(یہ حدیث سنکر) حکم لگایا کہ انھون نے حدیث کو اسکی (اصلی) حالت
پر نہیں اخذ کیا (اصل یہ ہے کہ) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر
ایک یہودی عورت (کی قبر) پر ہوا اُسکے عزیز اسپر رو رہے تھے حضرت نے
فرمایا یہ لوگ اسپر رو رہے ہین اور یہ اپنی قبر مین عذاب کیجا رہی ہے پس حضرت ابن
عمر نے عذاب کو رونیکی وجہ سے سمجھا اور خیال کیا کہ یہ حکم ہر میت کو شامل ہے **اور منجملہ**

ــــــــــــــ

[1] بیدا [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم عن استقبال فی الاستنجاء
فذهب قوم الی عموم هذا الحکم وکونه غیر منسوخ
ورآه جابر یبول قبل ان یتوفی بعام مستقبل
القبلة فذهب الی انه نسخ للنهی المتقدم ورآه
ابن عمر قضی حاجته مستدبر القبلة مستقبل
الشام فرد به قولهم وجمع قوم بین الروایتین
فذهب الشعبی وغیره الی ان النهی مختص
بالصحراء فاذا کان فی المراحیض فلا باس[1]
بالاستقبال والاستدبار وذهب قوم الی ان القول
عام محکم والفعل یحتمل کونه خاصا بالنبی صلی
الله علیه وسلم فلا ینتهض ناسخا ولا مخصصا
وبالجملة فاختلف مذاهب اصحاب النبی صلعم و
اخذ عنهم التابعون کذلک کل واحد ما تیسر
له فحفظ ما سمع من حدیث رسول الله صلعم
ومذاهب الصحابة وعقلها وجمع المختلف علی
ما تیسر له ورجح بعض الاقوال علی بعض واضمحل
فی نظرهم بعض الاقوال وان کان ماثورا عن کبار
الصحابة کالمذهب الماثور عن عمر وابن مسعود
فی تیمم الجنب[2] اضمحل عندهم لما استفاض من

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے استنجا کرنیکی حالت میں قبلہ رو ہونے سے
منع فرمایا پس کچھ صحابہ تو اس حکم کے عام ہونے اور غیر منسوخ ہونے
کیطرف گئے اور حضرت جابر نے آپ کو وفات سے ایکسال پہلے قبلہ رو
پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو وہ اسطرف گئے کہ یہ پہلی ممانعت کا
نسخ ہے اور حضرت ابن عمر نے آپکو دیکھا کہ آپنے قبلہ کیطرف پشت اور
شام کیطرف منہ کرکے قضای حاجت کی پس انھوں نے ان سب کے
قول کو رد کردیا اور کچھ لوگوں نے ان دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے
شعبی وغیرہ اسطرف گئے ہیں کہ یہ ممانعت جنگل سے مخصوص ہے
اور جب آدمی گھر کے پاخانہ میں ہو تو قبلہ کیطرف منہ اور پشت کرنے
میں کچھ حرج نہیں اور کچھ لوگ اسطرف گئے ہیں کہ قول عام ہے اور
محکم ہے اور فعل میں احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو
لہذا فعل نہ ناسخ قول ہو سکتا ہے نہ مخصص المختصر اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاہب مختلف ہوئے اور ان سے تابعین نے اسی طرح
اخذ کیا جسکو جسقدر توفیق ہوئی پس جسقدر حدیثیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اور مذاہب صحابہ کے سنے انکو یاد کیا اور انکو سمجھا اور مختلف احکام میں
اپنی سمجھ کے موافق تطبیق دی اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح
دی اور بعض اقوال انکی نظر میں کمزور ہوگئے گو وہ بڑے بڑے صحابہ سے منقول
ہوں مثل اس مذہب کے جو حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود سے تیمم جنب
کے بابمیں منقول ہے تابعین کے نزدیک بالکل کمزور ہوگیا بوجہ اسکے کہ

[1] یہ اصول کا مسئلہ ہے کہ حدیث قولی حدیث فعلی پر ترجیح رکھتی ہے قبلہ رو ہونے کی ممانعت حدیث قولی ہے اور خود آپ کا قبلہ رو ہونا حدیث [illegible] فعلی ہے محکم مقابل میں منسوخ کے ہوا کرتا ہے یعنی جو حکم منسوخ نہ ہو اسکو محکم کہتے ہیں ۱۲ [2] یعنے جنب کو پانی نہ ملنے سے یا عذر سے تیمم جائز نہیں ۱۲

والاحادیث عن عمار وعمران بن حصین وغیرهما
فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین
مذهب علی حیاله فانتصب فی کل بلد امام مثل
سعید بن المسیب وسالم بن عبد الله بن عمر فی المدینة
وبعدهما الزهری والقاضی یحیی بن سعید و
ربیعة ابن ابی عبد الرحمن فیها وعطاء ابن ابی
رباح بمکة وابراهیم النخعی والشعبی بکوفة
والحسن البصری بالبصرة وطاؤس بن کیسان
بالیمن ومکحول بالشام فاظمأ الله اکبادا الی
علومهم فرغبوا فیها واخذوا عنهم الحدیث وفتاوی
الصحابة واقاویلهم ومذاهب هؤلاء العلماء و
تحقیقاتهم من عند انفسهم واستفتی منهم
المستفتون ودارت المسائل بینهم ورفعت
الیهم الاقضیة وکان سعید بن المسیب وابراهیم
النخعی وامثالهما جمعوا ابواب الفقه اجمعها وکان
لهم فی کل باب اصول تلقوها من السلف وکان
سعید واصحابه یذهبون الی ان اهل الحرمین
اثبت الناس فی الفقه واصل مذهبهم فتاوی
عمر وعثمان وقضایاهما وفتاوی عبد الله بن
عمر وعائشة وابن عباس وقضایا قضاة المدینة

حدیثیں حضرت عمار و عمران بن حصین وغیرہما سے پہونچیں
پس اس وقت تمام تابعین میں سے ہر شخص کا ایک مذہب الگ
قایم ہوگیا اور ہر شہر میں ایک ایک امام قایم ہوگیا جیسے سعید بن مسیب
اور سالم بن عبد اللہ بن عمر مدینہ میں اور ان دونوں کے بعد زہری اور قاضی
یحیی بن سعید و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن مدینہ میں اور عطا بن ابی
رباح مکہ میں اور ابراہیم نخعی اور شعبی کوفہ میں اور حسن بصری بصرہ
میں اور طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں۔
پھر اللہ نے چند لوگوں کے جگر کو ان اماموں کے علوم کا پیاسا بنا دیا
پس وہ انکے علوم کی طرف مائل ہوئے اور انسے حدیث اور صحابہ کے فتوے
اور انکے اقوال اور خود ان علما کے مذاہب اور انکی اپنی تحقیقات
حاصل کیں اور ان علما سے فتوی پوچھنے والوں نے فتوے
پوچھے اور ان کے درمیان باہم مسائل پیش آئے اور مقدمات
انکے سامنے پیش کئے گئے۔ سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی اور
انکے مثل اور لوگوں نے فقہ کے تمام باب جمع کر لیے تھے
اور ہر باب میں انکے پاس کچھ اصول ایسے تھے جو انھوں نے
سلف سے حاصل کئے تھے۔ سعید بن مسیب اور انکے شاگردوں
کا مذہب تھا کہ مکہ اور مدینہ والے فقہ میں سب سے زیادہ مضبوط
ہیں وہ مانتے ہیں کہ انکے مذہب کی اصل حضرت عمر اور عثمان کے فتوے اور انکے
فیصلے اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور ام المومنین عائشہ اور
ابن عباس کے فتوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے تھے پس سعید

سلہ اس مشہور کی کہ جنب کو بھی ذکر [illegible] باعث [illegible] ہے سلہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کا مذہب بعض
ابراہیم نخعی کے سلسلہ میں ہے جیسا کہ خود مصنف آگے بیان کریں گے ۔

فجمعوا من ذلك ما يسره الله لهم ثم نظروا فيها نظر اعتبار وتفتيش فما كان منها مجمعا عليه بين علماء المدينة فانهم ياخذون عليه بنواجذهم وما كان فيه اختلاف عندهم فانهم ياخذون باقواها وارجحها اما لكثرة من ذهب اليه منهم او لموافقته بقياس قوي او تخريج صريح من الكتاب والسنة ونحو ذلك واذا لم يجدوا فيما حفظوا منهم جواب المسئلة خرجوا من كلامهم وتتبعوا الايماء والاقتضاء فحصل لهم مسائل كثيرة في كل باب باب وكان ابراهيم واصحابه يرون ان عبد الله بن مسعود واصحابه اثبت الناس في الفقه كما قال علقمة لمسروق هل احد منهم اثبت من عبد الله وقول ابي حنيفة للاوزاعي ابراهيم افقه من سالم ولولا فضل الصحبة لقلت ان علقمة افقه من عبد الله بن عمر وعبد الله هو عبد الله واصل مذهبه فتاوى عبد الله ابن مسعود وقضايا علي رضي الله عنه وفتاواه وقضايا

بن مسیب اور انکے شاگردوں نے ان چیزوں کو جمع کیا جسقدر اللہ نے انھیں توفیق دی پھر ان لوگوں نے اُس مجموعہ میں اعتبار اور تفتیش کی نظر سے غور کیا پس جو چیزیں کہ اہل مدینہ کے درمیان متفق علیہ تھیں انکو وہ اپنے دانتوں سے (مضبوط) پکڑ لیتے تھے اور جن چیزوں میں باہم اہل مدینہ مختلف ہوتے تھے انمیں جو بات سب سے قوی اور راجح ہوتی تھی اسکو اختیار کرتے تھے خواہ اسکا رجحان اس وجہ سے (معلوم) کرتے تھے کہ اکثر وہ بات لوگوں کا مذہب تھا یا اس وجہ سے کہ وہ بات کسی قیاس قوی کی قرآن و حدیث کے کسی مسئلہ صریح کی موافق ہوتی تھی اور اسی قسم کی کوئی بات (الحاصل) جب اپنے بزرگوں کے مجموعہ میں کسی مسئلہ کا جواب نہ پاتے تھے تو انکو علماء مدینہ کے کلام سے استنباط کرتے تھے اور اشارہ اور اقتضاء کی جستجو کرتے تھے پس (حاشیہ ۲) ہر ایک باب میں بہت سے مسائل (علیحدہ علیحدہ) نکل آئے - اور ابراہیم (نخعی) اور انکے شاگردوں کی یہ رائے تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور انکے شاگرد فقہ میں سب سے زیادہ مضبوط ہیں جیسا کہ علقمہ نے مسروق سے کہا تھا کہ کیا ان میں کوئی عبداللہ (بن مسعود) سے زیادہ مضبوط ہے اور امام ابوحنیفہ نے اوزاعی سے کہا تھا کہ ابراہیم نخعی سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابی ہونیکا شرف مانع (نہ) ہوتا تو میں یہ بھی کہتا کہ علقمہ عبداللہ بن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں اور عبداللہ (بن مسعود) تو پھر عبداللہ (ابن مسعود) ہی ہیں ان کا کوئی نظیر ہی نہیں ابراہیم نخعی کے مذہب کی اصل عبداللہ بن مسعود کے فتوے

سلہ اگر الفاظ کسی چیز کے معنی موضوع پر دلالت کریں [illegible] تو اس دلالت کو عبارۃ النص کہتے ہیں اور سیاق سے مقصود کے [illegible] اور بات پر دلالت کریں تو اسے اشارۃ النص کہتے ہیں اور اگر صحت الفاظ شرعا یا عقلا کسی معنی پر موقوف ہو تو وہ معنی اقتضاء النص کہلاتے ہیں

سلہ اس قصہ کا حال [illegible] اوزاعی سے [illegible] سوال کیا کہ [illegible] رکوع اور رکوع کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے [illegible] کہا کہ رسول خدا صلعم سے ثابت نہیں ہے اوزاعی نے کہا کہ مجھ کو حدیث کی زہری نے سالم سے اور انھوں نے ابن عمر سے کہ آنحضرت صلعم [illegible] اور [illegible] کے وقت رفع یدین [illegible] ابراہیم نے [illegible] علقمہ اور اسود سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہ [illegible] صلعم [illegible] فرماتے تھے [illegible] اہل علم [illegible] زیادہ فقیہ ہیں"

وقضايا علي رضي الله عنه وفتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة الكوفة فجمع من ذلك ما يسر الله ثم صنع في آثارهم كما صنع اهل المدينة في آثار اهل المدينة وخرج كما خرجوا فتلخص له مسائل الفقه في كل باب باب وكان سعيد بن المسيب لسان فقهاء المدينة وكان احفظهم لقضايا عمر وحديث ابي هريرة وابراهيم لسان فقهاء الكوفة فاذا تكلما بشيء ولم ينسباه الى احد فانه في الاكثر منسوب الى احد من السلف صريحا او ايماء ونحو ذلك فاجتمع عليه فقهاء بلدهما واخذوا عنهما وعقلوه وخرجوا عليه والله اعلم

باب اسباب اختلاف مذاهب الفقهاء اعلم ان الله انشأ بعد عصر التابعين نشأ من حملة العلم انجازا لما وعده رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله فاخذوا عمن اجتمعوا معه منهم صفة الوضوء والغسل والصلوة والحج والنكاح والبيوع وسائر ما يكثر وقوعه ورووا حديث النبي صلعم وسمعوا قضايا قضاة البلدان وفتاوى مفتيها وسألوا عن المسائل واجتهدوا في ذلك كله ثم صاروا كبراء قوم ووسد اليهم الامر فنسجوا على منوال شيوخهم ولم يالوا

اور حضرت علی کے فیصلے اور انکی فتوے اور قاضی شریح اور دیگر قاضیان کوفہ کے فیصلے بھی پس ابراہیم نخعی نے ان چیزوں کو جمع کیا جسقدر خدا نے انکو توفیق دی پھر انھوں نے عبداللہ بن مسعود و علی مرتضی وغیرہ کے اقوال میں ویسا ہی عمل کیا جو سعید بن مسیب نے علماء مدینہ کے اقوال میں کیا تھا اور انھوں نے بھی تخریج کی جیسا کہ انھوں نے تخریج کی تھی پس انکے ہر باب میں مسائل بھی جدا جدا کام ہو گئے سعید بن مسیب فقہاء مدینہ کی زبان تھے اور ان میں سب سے زیادہ حضرت عمر کے فیصلوں اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کو عالم تھے اور ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ کی زبان تھے جب یہ دونوں کوئی مسئلہ بیان کریں اور اسکو کسیکی طرف منسوب نہ کریں تو وہ مسئلہ اکثر سلف میں سے کسی نہ کسی سے منقول ہوتا ہے صراحتاً یا اشارۃً پس ان دونوں کے شہر کے فقہا نے اتفاق کر لیا اور ان سے علم حاصل کیا اور اسکو سمجھا اور اس سے مسائل نکالے واللہ اعلم۔

باب وجوہ مذاہب فقہا کے مختلف ہونے کے اسباب (کیا ہیں) جاننا چاہیے کہ اللہ نے بعد زمانہ تابعین کے ایک گروہ علما کا پیدا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ پورا کرنیکے لیے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا اس علم کو ہر پچھلے لوگوں میں جو عادل ہونگے وہ اٹھاوینگے پس اس گروہ علما نے تابعین کی اس جماعت سے جو انکو ملی وضو اور غسل اور نماز اور حج اور نکاح اور خرید و فروخت اور تمام ان چیزوں کے احکام جنکی اکثر ضرورت پڑتی تھی حاصل کئے اور نبی صلعم کی حدیثیں روایت کیں اور شہروں کے قاضیوں کے فیصلے اور مفتیوں کے فتوے سنے اور مسائل پوچھے اور ان باتوں میں جد و کوشش کی پس یہ لوگ قوم کے بزرگ ہو گئے اور علم کا مرجع انہی کی طرف قرار پایا انھوں نے اپنے استادوں کے طرز پر کام شروع کیا اور نہ

وتتبع الایماءات والاقتضاءات فقضوا وافتوا
وروووا وعلموا وکان صنیع العلماء فی ھذہ
الطبقة متشابھا وحاصل صنیعھم ان یتمسک
بالمسند من حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ
والہ وسلم والمرسل جمیعا ویستدل باقوال الصحابة
والتابعین علما منھم انھا اما احادیث منقولة
عن رسول اللہ صلعم اختصروھا فجعلوھا
موقوفة کما قال ابراھیم وقد روی حدیث نھی
رسول اللہ صلعم عن المحاقلة والمزابنة فقیل لہ اما
تحفظ عن رسول اللہ صلعم حدیثا غیر ھذا
قال بلی ولکن اقول قال عبد اللہ قال علقمة
احب الیّ وکما قال الشعبی وقد سئل عن حدیث
وقیل انہ یرفع الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال لا علی من دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب
الینا فان کان فیہ زیادة ونقصان کان علی

واقتضاء کے جستجو میں ادھون نے کچھ کوتاہی کی پھر ان لوگوں نے
فیصلے کیا اور فتوے دیئے اور احادیثوں کی روایت کی اور لوگوں کو
علم سکھایا اس طبقہ میں علما کی روش ایک طرح سے ملتی جلتی تھی
انکی روش کا ماحصل یہ تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل
کیا جائے خواہ وہ مسند ہو یا مرسل اور صحابہ اور تابعین کے اقوال سے بھی
استدلال کیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں جنکو انھوں نے مختصر کر کے
احتیاطا موقوف بنا لیا ہے چنانچہ ابراہیم نخعی نے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ
کی حدیث محاقلہ اور مزابنہ کی ممانعت میں روایت کی تو انسے پوچھا گیا کہ
کیا آپکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی حدیث سوا اسکے یاد نہیں ہے
تو انھون نے کہا ہاں یاد ہے مگر میں کہا کرتا ہوں کہ عبد اللہ بن مسعود نے
فرمایا ہے علقمہ نے کہا یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور شعبی سے جب ایک حدیث پوچھی
گئی اور انسے کہا گیا کہ حدیث تو مرفوع کہی جاتی ہے تو شعبی نے کہا نہیں نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے بعد کسی کیطرف منسوب کر دینا مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ اگر
اسمیں زیادتی کمی ہوگی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے پر ہوگی یا کہ صحابی

سلہ محاقلہ حقل سے بنا ہے جسکے معنی زراعت کی ہیں اور اصطلاح میں کرایہ دینا زمین کا تہائی یا چوتھائی وغیرہ پیداوار پر اور بعضوں نے
اور معنی بھی لکھے ہیں مگر مشہور یہی معنی ہیں اور مزابنہ زبن سے ہے جسکے معنی دفع کرنا اور اصطلاح میں درخت پر خرما یا تر کو خرما کے خشک کے عوض میں فروخت
کرنا ہے ۱۲ سلہ ابراہیم نخعی اور شعبی دونوں کبار تابعین میں ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے حدیث کو منسوب کرتے ہوئے ڈرتے
تھے اگر حدیث رسول معلوم ہوتی تھی پر وہ اسکو روایت کرنے والے صحابی یا تابعی کیطرف منسوب کر دیتے تھے وجہ اسکی یہ تھی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جھوٹ باندھے وہ اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرلے اسی لیے اکثر صحابہ اور اکثر
[illegible] صحیح حدیث بیان کرنے میں بہت ڈرتے تھے بہت احتیاط کرتے تھے [illegible] رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] سمجھ لیتے تھے یہی روش امام اعظم ابو حنیفہ [illegible]
کی بھی تھی سبب کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان ائمہ دین کے پاس علم حدیث کم تھا ہرگز نہیں ان کے مقابل میں دوسرے گروہ کا یہ مذہب تھا
انکو حدیث بیان کرنے کا شوق تھا بکثرت حدیثیں روایت کرتے تھے انکا یہ خیال تھا کہ اگر حدیث رسول رسول کیطرف منسوب نہ کیجائے تو جو نفع
اس سے ہونا چاہیے وہ نہ ہوگا اور علم دین کے استحکام میں فرق آئیگا غرض دونوں فریق کی نیت بخیر تھی اور دونوں کو حق سبحانہ نے
جس کام کیلئے پیدا کیا تھا اسکے دلمیں ویسی ہی کیفیت پیدا کر دی تھی چہ خوش گفتہ اند سلہ ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔
میل آن اندر دلش انداختند ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۱۲

من عهد النبی صلی الله علیه وسلم او یکون مستنبطا منهم من المنصوص او اجتهادا منهم بارائهم وهم احسن صنیعا فی کل ذلک ممن یجیٔ بعدهم واکثر اصابة واقدم زمانا واوعی علما فتعین العمل بها الا اذا اختلفوا وکان حدیث رسول الله صلعم یخالف قولهم مخالفة ظاهرة وانه اذا اختلفت احادیث رسول الله صلی الله علیه سلم فی مسئلة رجعوا الی اقوال الصحابة فان قالوا بنسخ بعضها او بصرفه عن ظاهره اولم یصرحوا بذلک ولکن اتفقوا علی ترکه وعدم القول بموجبه فانه کابداء علة فیه او الحکم بنسخه او تاویله اتبعوهم فی کل ذلک وهو قول مالک فی حدیث ولوغ الکلب جاء هذا الحدیث[1] ولکن لا ادری ما حقیقته حکاه ابن الحاجب یعنی لم ار الفقهاء یعملون به وانه اذا اختلفت مذاهب الصحابة والتابعین فی مسئلة فالمختار عند کل عالم مذهب اهل بلده وشیوخه لانه اعرف بالصحیح من اقاویلهم من السقیم واوعی للاصول المناسبة لها وقلبه امیل الی فضلهم وتبحرهم فمذهب عمر وعثمان وعائشة وابن عمر وابن عباس وزید بن ثابت واصحابهم

یا تابعین نے کسی حکم منصوص سے استنباط کیا ہو یا اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہو اور وہ ان تمام باتوں میں اپنے بعد والوں سے بہتر اور صحت رائے میں سب سے زیادہ اور زمانے کے اعتبار سے سب سے قدیم اور علم میں سب سے بڑھکر ہیں پس ضروری ہوا کہ انہی اقوال پر عمل کیا جائے مگر جبکہ وہ باہم مختلف ہوں اور رسول خدا صلعم کی حدیث انکے قول کی ظاہر طور پر مخالفت کرتی ہو نیز ان حضرات کا طریقہ تھا کہ علمائے دین کی روش تھی کہ جب رسول خدا صلعم کی حدیثیں کسی مسئلہ میں مختلف ہوتیں تو اقوال صحابہ کیطرف رجوع کرتے پس اگر صحابہ کسی حدیث کے منسوخ ہونے یا ظاہری معنی مراد نہ ہونے کے قائل ہوتے یا ان لوگوں نے گو اسکی تصریح نہ کی ہو مگر اسکے ترک کیا اور اسکے موافق عمل نہ کرنے پر متفق ہو گئے ہوں تو گویا صحابہ نے اس حدیث میں علت ظاہر کر دیا یا اسکے منسوخ ہونیکا حکم لگا دیا یا اسکی تاویل کا حکم دیا تھا تو ان سب باتوں میں وہ لوگ صحابہ کی پیروی کیا کرتے تھے چنانچہ امام مالک نے کتے کے کسی برتن میں منہ ڈالنے کی حدیث کے متعلق کہا ہے کہ یہ حدیث آئی ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اسکی حقیقت کیا ہے اسکو ابن حاجب نے نقل کیا ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے فقہا کو اس حدیث پر عمل کرتے نہیں دیکھا اور نیز ان کا طریقہ تھا علماء کی روش تھی کہ جب کسی مسئلہ میں صحابہ و تابعین کے مذاہب مختلف ہوتے تو ہر عالم اپنے شہر کے لوگوں اور اپنے استادوں کا مذہب معتبر سمجھتا تھا کیونکہ وہ انکے صحیح و سقیم اقوال کو خوب پہچانتا اور انکے مناسب اصول کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا تھا اور انکا دل انکی فضیلت اور تبحر کیطرف زیادہ مائل ہوتا تھا پس حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت

[1] وہ حدیث اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو برتن کو سات بار دھوؤ اور آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجو رواہ النسائی ۱۲

مثل سعید بن المسیب فانہ کان احفظہم لقضایا عمر وحدیث ابی ہریرۃ وعروۃ وسالم وعکرمۃ وعطاء وعبید اللہ بن عبد اللہ امثالہم احق بالاخذ من غیرہ عند اہل المدینۃ کما بینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی فضائل المدینۃ ولانہا ماوی الفقہاء ومجمع العلماء فی کل عصر ولذلک تری مالکا یلازم محجتہم وقد اشتہر عن مالک انہ یتمسک باجماع اہل المدینۃ وعقد البخاری بابا فی الاخذ بما اتفق علیہ الحرمان ومذہب عبد اللہ بن مسعود واصحابہ وقضایا علی وشریح والشعبی وفتاوی ابراہیم احق بالاخذ عند اہل الکوفۃ من غیرہ وہو قول علقمۃ حین مال مسروق الی قول زید بن ثابت فی التشریک قال ہل احد منہم اثبت من عبد اللہ فقال لا ولکن رایت زید بن ثابت واہل المدینۃ یشرکون فان اتفق اہل البلد علی شیء اخذوا علیہ بنواجذہم وہو الذی یقول فی مثلہ مالک السنۃ التی لا اختلاف فیہا عندنا کذا وکذا وان اختلفوا اخذوا باقواہا وارجحہا اما لکثرۃ القائلین بہ او لموافقتہ بقیاس قوی او تخریج

مثلاً ابن عباس اور زید بن ثابت اور انکے فقہا کا مثل سعید بن مسیب کے کہ وہ حضرت عمر کے فیصلوں اور حضرت ابو ہریرہ کی احادیث کا علم زیادہ رکھتے تھے اور عروہ اور سالم اور عکرمہ وغیرہ اہل مدینہ کے نزدیک بہ نسبت اور مذاہب کے زیادہ قابل اختیار کرنیکے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل مدینہ میں بیان فرمایا اور نیز اسوجہ سے کہ مدینہ ہر زمانہ میں فقہا کا اور علما کا ماوی اور مجمع رہا ہے اسی سبب سے تم امام مالک کو دیکھو گے کہ وہ اہل مدینہ کی روش کو لازم پکڑے ہوئے ہیں اور امام مالک کی بات مشہور ہے کہ اجماع اہل مدینہ سے حجت پکڑتے تھے اور بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے کہ جس بات پر حرمین شریفین کا اتفاق ہو اسکو اختیار کرنا چاہیے۔ اور کوفہ والوں کے نزدیک مذہب عبد اللہ بن مسعود اور انکے شاگردوں کا اور فیصلے علی اور شریح اور شعبی کا اور فتاوے ابراہیم نخعی کے زیادہ مستحق عمل کرنیکے ہیں بہ نسبت دوسرے مذہب کے اور یہی وجہ تھی کہ علقمہ نے جب مسروق کو زید بن ثابت کی طرف تشریک کے باب میں مائل دیکھا تو کہا کہ کیا تم دونو میں سے کوئی شخص عبد اللہ بن مسعود کی زیادہ پکا عالم ہے مسروق نے کہا کہ نہیں لیکن میں نے زید بن ثابت اور اہل مدینہ کو تشریک کرتے دیکھا ہے پس جب کسی شہر کے لوگ کسی بات پر متفق ہو گئے تو علما نے اسکو مضبوط پکڑا اور یہی بات ہے جسکے واسطے امام مالک [illegible] اختلاف نہیں ہے [illegible] یعنی جس [illegible] اختلاف ہوا تو قول [illegible]

سلہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] دیکھئے [illegible] مدینہ کے عالم کے پاس [illegible] کا بیان صفحہ ۴ میں ہے سلہ تشریک کی صورت یہ ہو کہ مالک اپنی زمین دوسرے کو آدھی یا تہائی پر دے کذا فی المجمع

من الكتاب والسنة وهو الذي يقول في مثله مالك
هذا احسن ما سمعت فاذا لم يجدوا فيما حفظوا منهم
جواب المسئلة خرجوا من كلامهم وتتبعوا الايماء والاقتضاء
والهموا في هذه الطبقة التدوين فدون مالك ومحمد
بن عبد الرحمن بن ابي ذيب بالمدينة وابن عيينة
بمكة والثوري بكوفة وربيع بن صبيح بالبصرة و
كلهم مشوا على هذا النهج الذي ذكرته ولما حج
المنصور قال لمالك قد عزمت ان آمر بكتبك هذه
التي صنفتها فتنسخ ثم ابعث في كل مصر من امصار
المسلمين منها نسخة وآمرهم بان يعملوا بما فيها ولا يتعدوه
الى غيره فقال يا امير المؤمنين لا تفعل هذا فان
الناس قد سبقت اليهم اقاويل وسمعوا احاديث
ورووا روايات واخذ كل قوم بما سبق اليهم واتوا به
من اختلاف الناس فدع الناس وما اختار اهل كل
بلد منهم لانفسهم ويحكى نسبة هذه القصة الى
هارون الرشيد انه شاور مالكا في ان يعلق الموطا
في الكعبة ويحمل الناس على ما فيه فقال لا تفعل فان
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في

کی بابت جو کچھ ان کو یاد تھا وہ [illegible] کی سند کی اور یہی [illegible]
مالک نے اس کو ہے احسن ما سمعت یعنی یہ ان سب میں بہتر ہے جو میں نے سنی
اور جب ان باتوں میں کہ صحابہ اور تابعین سے یاد کی تھیں جواب مسئلہ کا نہ پاتے تو ان کی
تقریر سے نکالا اور اشارہ اور اقتضاء کلام کو تلاش کیا اور اس طبقہ میں تدوین ہونا
شروع ہوئی اور ایسا ہی امام مالک و محمد بن عبد الرحمن ابن ابی ذیب نے مدینہ میں اور
ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکہ میں اور ثوری نے کوفہ میں اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں کتابیں
لکھیں اور ان سب نے یہی طریق اختیار کیا جو میں نے بیان کیا اور جب خلیفہ منصور نے
حج کیا تو امام مالک سے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جو کتابیں آپ نے بنائی ہیں
ان کے بارہ میں حکم کروں کہ لکھی جاویں پھر مسلمانوں کے ہر شہر میں ایک ایک نسخہ
بھیجوں اور ان کو حکم کروں کہ ان کتابوں کے بموجب عمل کریں اور دوسری
کی طرف تجاوز نہ کریں امام مالک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ایسا مت کیجئے کیونکہ
لوگوں کے پاس سلف کے اقوال پہنچ چکے اور حدیثیں سن چکے اور روایتیں ان سے
بیان کی گئیں اور ہر قوم نے وہ بات اختیار کر لی جو پہلے ان کو پہنچی اور اس کے موجب
لوگوں کے اختلاف کی اور پھر سند کے اور ہر شہر والوں نے جو کچھ اپنے لئے پسند کیا ہے
لوگوں کو اسی پر رہنے دو اور بعض لوگ اس قصہ کی نسبت ہارون الرشید کی طرف
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہارون نے امام مالک سے مشورہ کیا کہ آپ کی کتاب موطا
کعبہ میں لٹکائی جاوے اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ جو کچھ اس میں ہے اس
کا ربند ہوں امام مالک نے کہا ایسا مت کیجئے کیونکہ اصحاب رسول خدا صلعم فروع میں مختلف

ملک یہ زمانہ تقریباً ۱۳۰ ؁ھ ہجری کا ہوگا اسی سنہ میں احادیث کی تدوین شروع ہوئی اور بہت سے ائمہ نے
اپنے اپنے مذہب پر [illegible] اغراض و مقاصد پر کتابیں لکھنا شروع کیں اس دور کی تصانیف میں اب صرف
[illegible] کتاب امام مالک کی موطا باقی ہے ۱۲

الفروع وتفرقوا فی البلدان فی کل سنة مصستقال
ونفعك الله یا ابا عبد الله حکاه السیوطی وکان
مالك اثبتهم فی حدیث المدنیین عن رسول الله
صلی الله علیه وسلم واوثقهم اسنادا واعلمهم بقضایا
عمر واقاویل عبد الله بن عمر وعائشة واصحابهم
من الفقهاء السبعة وبه وبامثاله قام علم الروایة
والفتوی فلما وسد الیه الامر حدث وافتی وافاد
واجاد وعلیه انطبق قول النبی صلی الله علیه وسلم
یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم
فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة علی ما قاله
ابن عیینة وعبد الرزاق وناهیك بهما فجمع اصحابه
روایاته ومختاراته ولخصوها وحرروها وشرحوها
وخرجوا علیها وتکلموا فی اصولها ودلائلها وتفرقوا الی
المغرب ونواحی الارض فنفع الله بهم کثیرا من خلقه
وان شئت ان تعرف حقیقة ما قلناه من اصل مذهبه
فانظر فی کتاب الموطا تجده کما ذکرنا۔

وکان ابو حنیفة رضی الله عنه الزمهم بمذهب ابراهیم واقرانه
لا یجاوزه الا ما شاء الله وکان عظیم الشان فی
التخریج علی مذهبه دقیق النظر فی وجوه التخریجات

موطا وغیرہ شہروں میں منتشر ہوگئے اور ہر ایک سنت جاری ہوئی با رونق ہوگئی کہا
کہ اے عبداللہ خدا تم کو توفیق دے جیسا کہ نقل کیا اسکو سیوطی نے
اور امام مالک ان سب میں رسول خدا صلعم کی حدیث کی روایت کرنیمیں
سب سے زیادہ ثابت اور اسناد میں سب سے زیادہ معتبر اور زیادہ جاننے والے
فیصلہائے عمر فاروق اور اقوال عبداللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ اور انکے اصحاب
یعنی فقہائے ہفتگانہ کے تھے انہی اور مالک امام ان جیسوں سے علم روایت اور فتوے
قائم ہوا جس کام انکے سپرد ہوا تو حدیث بیان کی اور فتوی دیا اور فائدہ پہونچایا
اور بہت عمدہ کیا انہی پر ارشاد پیغمبر صلعم کا منطبق ہوا کہ قریب ہے
کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر طلب علم کیلئے سفر کرینگے اور کسی کو زیادہ
عالم بہ نسبت مدینہ کے عالم کے نہ پائینگے اس حدیث کا منطبق
امام مالک بموجب قول ابن عیینہ اور عبدالرزاق کے ہونا اور انکا یہ
قول کافی ہے پھر امام مالک کے شاگردوں نے انکی روایات اور مختارات کو جمع کیا
اور انکی تلخیص اور تنقیح و شرح کی اور انپر اور مسائل کی تخریج کی اور انکے اصول و
اور دلائل میں بحث کی اور ملک مغرب اور اطراف میں منتشر ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے
انسے بہت خلقت کو نفع پہونچایا اور اگر تم ہمارے قول کی صداقت امام مالک کی
اصل باب میں معلوم کرنا چاہو تو کتاب موطا کو دیکھو اسکو ویسا ہی پاؤ گے جیسا ہم نے بیان کیا
اور امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی اور انکے ہم عصروں کے مذہب کے پابند رہے ہیں
سے بہت ہی کم تجاوز کرتے تھے اور انکے مذہب کے بموجب مسائل کے
میں شان عظیم رکھتے تھے اور تخریج کی صورتوں میں انکی نظر دقیق تھی

سلہ فقہائے ہفتگانہ مدینہ یہ لوگ ہیں سعید بن مسیب عروہ بن زبیر قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ابوبکر بن عبدالرحمن مخزومی خارجہ بن زید بن ثابت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی سلیمان بن یسار ہلالی ۱۲

مقبلا على الفروع أتم إقبال وإن شئت أن تعلم
حقيقة ما قلناه فلخص أقوال إبراهيم من كتاب
الآثار لمحمد وجامع عبد الرزاق ومصنف أبي بكر بن
أبي شيبة ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق
تلك المحجة إلا في مواضع يسيرة وهو في تلك
اليسيرة أيضا لا يخرج عما ذهب إليه فقهاء الكوفة
وكان أشهر أصحابه ذكرا أبو يوسف تولى قضاء
القضاة أيام هارون الرشيد فكان سببا
لظهور مذهبه والقضاء به في أقطار العراق
وخراسان وما وراء النهر وكان أحسنهم تصنيفا
وألزمهم درسا محمد بن الحسن وكان من خبره
أنه تفقه على أبي حنيفة وأبي يوسف ثم خرج إلى
المدينة فقرأ الموطأ على مالك ثم رجع إلى نفسه
فطبق مذهب أصحابه على الموطأ مسألة مسألة
فإن وافق فبها وإلا فإن رأى طائفة من الصحابة
والتابعين ذاهبين إلى مذهب أصحابه فكذلك وإن
وجد قياسا ضعيفا أو تخريجا لينا يخالفه حديث
صحيح مما عمل به الفقهاء أو يخالفه عمل أكثر العلماء
تركه إلى مذهب من مذاهب السلف مما يراه
أرجح مما هنالك وهما لا يزالان على محجة إبراهيم
ما أمكن لهما كما كان أبو حنيفة رضي الله عنه يفعل ذلك

فروع پر بہ تمامت متوجہ تھے اور اگر ہمارے قول کی حقیقت جاننی منظور ہو
تو امام محمد کی کتاب الآثار اور عبدالرزاق کی جامع اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے
مصنف سے ابراہیم کے اقوال جمع کر کے پھر امام کے مذہب کا مقابلہ کرو تو امام کو
اس راہ سے جدا نہ پاؤ گے مگر چند تھوڑی سی جگہ میں اور ان تھوڑی جگہ
میں بھی امام فقہائے کوفہ کے مذہب سے باہر قدم
نہیں رکھتے۔
اور امام کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور ابو یوسف ہیں کہ زمانہ
ہارون رشید میں قاضی القضاۃ تھے اور امام کے مذہب کا ظاہر ہونا
سبب انکے اور انکی بموجب فیصلہ ہونے کا باعث اطراف عراق اور
خراسان اور ماوراء النہر میں بھی ہوئے اور سب شاگردوں سے
تصنیف میں بہتر اور تعلیم میں زیادہ مشغول محمد بن حسن ہیں
انکا حال یہ ہے کہ انہوں نے فقہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے
حاصل کی پھر مدینہ میں گئے اور امام مالک سے موطا پڑھی پھر
اپنے نفس کیطرف رجوع کیا اور اپنے ہمراہیوں کے مذہب کے
ایک ایک مسئلہ کو موطا سے مقابلہ کیا اگر موافق ہوا بہتر اور اگر موافق
نہ ہوا اور صحابہ اور تابعین کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ بھی ہمراہیوں کے مذہب
کیطرف گئے ہیں تو اس صورت میں بھی مسئلہ کو بدستور رکھا اور اگر کوئی
قیاس ضعیف یا تخریج سست پائی کہ حدیث صحیح جسپر فقہاء نے عمل کیا ہے
اسکی مخالف ہے یا اکثر علماء کا عمل اسکے خلاف ہے اس مسئلہ کو چھوڑ کر
سلف کے مذاہب میں سے جو اس کے نزدیک راجح تھا اسکو اختیار کیا اور
ابو یوسف اور محمد جہانتک ان سے ہو سکا برابر ابراہیم نخعی کی طریق پر چلے جیسے

وانما كان اختلافهم فى احد شيئين اما ان يكون
لشيخهما تخريج على مذهب ابراهيم يزاحمانه
فيه او يكون هنالك لابراهيم ونظرائه اقوال
مختلفة يخالفانه فى ترجيح بعضها على بعض
فصنف محمد وجمع راى هولاء الثلثة ونفع
كثيرا من الناس فتوجه اصحاب ابى حنيفة الى
تلك التصانيف تقريبا وتخريجا وتاسيسا واستدلالا
ثم تفرقوا الى خراسان وما وراء النهر فسمى ذلك
مذهب ابى حنيفة وانما عد مذهب ابى حنيفة مع مذهب
ابى يوسف ومحمد واحدا مع انهما مجتهدان مطلقان
ومخالفتهما غير قليلة فى الاصول والفروع لتوافقهم
فى هذا الاصل ولتدوين مذاهبهم جميعا فى
المبسوط والجامع الكبير ونشأ الشافعى فى اوائل
ظهور المذهبين وترتيب اصولهما وفروعهما
فنظر فى صنيع الاوائل فوجد فيه امورا كبحت
عنانه عن الجريان فى طريقهم وقد ذكرها فى اوائل
كتاب الام منها انه وجدهم ياخذون بالمرسل
والمنقطع فيدخل فيهم الخلل فانه اذا جمع
طرق الحديث يظهر انه كم من مرسل لا اصل

امام ابو حنیفہ بھی یہی کہتے تو اور اختلاف امام و صاحبین کا دو
باتوں میں سے ایک میں تھا یا یہ کہ امام نے کوئی تخریج مذہب ابراہیم پر کی
صاحبین اوس تخریج میں امام کے مزاحم ہوئے یا یہ کہ ابراہیم اور انکے
ہمسروں کے اقوال مختلف ہیں صاحبین بعض اقوال کی ترجیح دینے میں
بعض باب امام کا خلاف کرتے ہیں غرضکہ امام محمد نے کتابیں
لکھیں اور تینوں شخصوں کی رای کو جمع کیا اور بہت سے لوگوں کو نفع
پہونچایا بعدہ اصحاب ابو حنیفہ ان تصانیف کی طرف خلاصہ کرنے اور مطلب
کو قریب فہم کرنے اور مسائل نکالنے اور تائید کرنے اور حجت پکڑنے کو متوجہ
ہوئے پھر خراسان و ما وراء النہر میں پھیل گئے اور اسکا نام مذہب ابو حنیفہ
رکھا گیا اور مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد کا ایک مذہب شمار
کیا گیا باوجودیکہ صاحبین مجتہد مطلق ہیں اور انکی مخالفت بھی
اصول اور فروع میں کم نہیں اسلیے کہ اس اصل میں سب موافق ہیں
اور نیز اسوجہ سے کہ مبسوط و جامع کبیر میں سب کا مذہب ایکساتھ لکھا گیا
امام شافعی ابتدا ظہور دو مذہبوں امام مالک اور امام ابو حنیفہ میں انکے اصول
اور فروع مرتب ہونے کے وقت ظاہر ہوئے انہوں نے اگلوں کی کارروائی
دیکھی اور اسمیں ایسی باتیں پائیں جنہوں نے انکو پہلوں کی راہ چلنے سے
روکدیا ان باتوں کا ذکر امام شافعی نے شروع کتاب ام میں کیا ہے منجملہ انکے ایک
یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم کیا کہ حدیث مرسل اور منقطع دونوں کو لیتے ہیں
اسوجہ سے انکے اقوال میں خلل پڑتا ہے کیونکہ جب حدیث کے سب طرق

ل اصل سے غرض ابراہیم نخعی کی وہ روش ہے کہ امام و صاحبین سب اسی پر چلتے ہیں ۱۲ ل۲ مرسل وہ حدیث ہے جسمیں تابعی کہے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اسکی سند میں ذکر صحابی نہو اور منقطع وہ حدیث ہے جسکی سند میں کوئی راوی چھوٹ گیا ہو ۱۲

ان كثيرا من المرسل يخالف المسند فقرروا ان لا يأخذ
بالمرسل الا عند وجود شروط وهي مذكورة في
كتب الاصول ومنها انه لم يكن قواعد الجمع
بين المختلفات مضبوطة عندهم فيتطرق بذلك
خلل في مجتهداتهم فوضع لها اصولا ودونها
في كتاب وهذا اول تدوين كان في اصول
الفقه مثاله ما بلغنا انه دخل على محمد بن
الحسن وهو يطعن على اهل المدينة في قضائهم
بالشاهد الواحد مع اليمين ويقول هذا زيادة
على كتاب الله فقال الشافعي اثبت عندك
انه لا يجوز الزيادة على كتاب الله بخبر الواحد
قال نعم قال فلم قلت ان الوصية للوارث
لا تجوز لقوله صلى الله عليه وسلم الا لا وصية
لوارث وقد قال الله تعالى كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الآية واورد عليه اشياء
من هذا القبيل فانقطع كلام محمد بن الحسن
ومنها ان بعض الاحاديث الصحيحة لم تبلغ
علماء التابعين ممن وسد اليهم الفتوى فاجتهدوا
بآرائهم واتبعوا العمومات واقتدوا بمن مضى

جمع کیا جاتا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سی مرسل حدیثیں بے اصل ہیں اور
بہت سی مرسل مسند کی مخالف ہوتی ہیں لہذا امام شافعی نے یہ
ٹھہرایا کہ حدیث مرسل کو نہ لینگے مگر اسصورت میں کہ شرطیں پائی جاویں
وہ شرطیں اصول کی کتابوں میں مذکور ہیں دوسری بات یہ ہے کہ مختلف نصوص
میں مطابقت کرنے کے قاعدے اونکے پاس منضبط نہ تھے اسوجہ سے اونکے اجتہادی
مسائل میں خلل پڑ جاتا تھا امام شافعی نے اوسکے قواعد بنائے
اور انکو ایک کتاب میں لکھا اصول فقہ میں پہلے یہی پہل یہی تحریر ہوئی
اوسکی مثال یہ ہے کہ ہمنے سنا ہے امام شافعی امام محمد کے پاس
آئے جسوقت کہ وہ اہل مدینہ پر ایک گواہ اور قسم سے حکم دینے میں
طعن کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قرآن پر زیادتی ہے امام شافعی نے
کہا کہ کیا تمہارے نزدیک ثابت ہے کہ خبر واحد سے قرآن پر زیادتی
جائز نہیں امام محمد نے کہا ہان امام شافعی نے کہا کہ پھر کیوں تم کہتے ہو کہ
وصیت وارث کو درست نہیں بوجہ ارشاد آنحضرت صلعم کے کہ وصیت
وارث کے حق میں نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کتب علیکم اذا
حضر احدکم الموت الآیہ یعنی حکم ہوا تمپر جب حاضر ہو ایک کو تم میں سے
موت اگر چھوڑ جاوے مال وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ دارونکو
اور امام شافعی نے اسی قسم کی چند باتیں امام محمد پر پیش کیں وہ خاموش
ہو رہے اور تیسری بات یہ ہے کہ بعض صحیح حدیثیں ان علمائے تابعین کو
نہیں پہونچیں جنکو فتوی کا کام سپرد تھا اسوجہ سے انہوں نے اپنی رایوں سے

ف۱ جیسے کہ قرآن میں مذکور ہے دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کا ہو تو حنفی کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور اسکی قسم سے حکم دینا
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے قرآن پر زیادتی ہوئی ف۲ یعنی اس آیۃ میں وصیت وارثوں کے حق میں جو ہے وہ حدیث میں اسکے برخلاف ہے تو یہاں بھی مخالفت

من الصحابة فاتبعوا ذلك ثم ظهرت بعد
ذلك في الطبقة الثالثة فلم يعملوا بها ظنا منهم
انها تخالف عمل اهل مدينتهم وسنتهم التي لا
اختلاف لهم فيها وذلك قادح في الحديث
وعلة مسقطة له او لم تظهر في الطبقة الثالثة
وانما ظهر بعد ذلك عندما امعن اهل الحديث
في جمع طرق الحديث ورحلوا الى اقطار الارض
وبحثوا عن حملة العلم فكثير من الاحاديث لا يرويه
من الصحابة الا رجل او رجلان ولا يرويه
عنه او عنهما الا رجل او رجلان وهلم جرا فخفي
على اهل الفقه وظهر في عصر الحفاظ الجامعين
لطرق الحديث كثير من الاحاديث رواه اهل
البصرة مثلا وسائر الاقطار في غفلة منه فبين
الشافعي ان العلماء من الصحابة والتابعين لم
يزل شانهم انهم يطلبون الحديث في المسئلة
فاذا لم يجدوا تمسكوا بنوع آخر من الاستدلال
ثم اذا ظهر عليهم الحديث بعد رجعوا من اجتهادهم
الى الحديث فاذا كان الامر على ذلك
لا يكون عدم تمسكهم بالحديث قدحا فيه
اللهم الا اذا بينوا العلة القادحة مثاله
حديث القلتين فانه حديث صحيح

اجتہاد کیا اور عمومات کا اتباع کیا یا اگلی صحابہ کا اقتدا کیا اور ایسے
موافق فتوی دیا پھر تیسرے طبقہ مین بعد کو وہ حدیثین ظاہر ہوئین
پس ان لوگون نے عمل نکیا کہ یہ ہمارے اہل شہر کے عمل اور طریق کی
جنمین ہمکو کچھ اختلاف نہین مخالف ہین اور یہ بات حدیث مین
موجب طعن و علت سقوط ہی یا تیسرے طبقہ مین وہ حدیثین
ظاہر نہ ہوئین بلکہ اوسکے بعد ظاہر ہوئین جسوقت اہل حدیث
نے طرق حدیث کے جمع کرنیمین غور کیا اور ملکون ملکون پھرا اور علما
کا تجسس کیا کیونکہ بہت سی حدیثین ہین کہ صحابہ مین سے صرف ایک یا
دو اونکے راوی ہین پھر ان سے ایک یا دو ہی ایک یا دو ہی روایت
کرتے ہین اور اسی طرح لیجاؤ اسی وجہ سے یہ احادیث فقہ
والون پر پوشیدہ رہین اور زمانہ حفاظ مین ظاہر ہوئین
جنھون نے طرق حدیث کو جمع کیا اور نیز بہت سی حدیثین
ہین کہ خاص اہل بصرہ ہی نے انکو روایت کیا اور دوسرے
طرفین اس سے غافل ہین پس امام شافعی نے بیان کیا
کہ علماے صحابہ اور تابعین کا حال برابر یہ رہا کہ وہ جواب
مسائل مین حدیث ڈھونڈتے اور جب حدیث نپاتے تو دوسری
قسم کی استدلال سے حجت پکڑتے پھر جب انپر حدیث
ظاہر ہوتی تو اپنے اجتہاد سے حدیث کی جانب رجوع کرتے
جب یہ حال ہو تو انکا حدیث پر تمسک نکرنا موجب طعن حدیث
مین نہین ہو مگر ان اسی صورت مین کہ علت طعن بیان
کرین اسکی مثال حدیث قلتین ہو کہ یہ حدیث صحیح

روی بطرق کثیرة معظمها یرجع الی الولید بن
کثیر عن محمد بن جعفر بن الزبیر او محمد بن
عباد بن جعفر عن عبید الله ابن عبد الله
عن ابن عمر ثم تشعبت الطرق بعد ذلک
وهذان وان کانا من الثقات لکنهما لیسا ممن
وسد الیهم الفتوی وعول الناس علیهم فلم
یظهر الحدیث فی عصر سعید بن المسیب ولا
فی عصر الزهری ولم یمش علیه المالکیة ولا الحنفیة
فلم یعملوا به وعمل به الشافعی وکحدیث خیار
المجلس فانه حدیث صحیح روی بطرق کثیرة
وعمل به ابن عمر وابو هریرة من الصحابة ولم
یظهر علی الفقهاء السبعة ومعاصریهم فلم
یکونوا یقولون به فرای مالک وابو حنیفة
هذا علة قادحة فی الحدیث وعمل به الشافعی
ومنها ان اقوال الصحابة جمعت فی عصر
الشافعی فتکثرت واختلفت وتشعبت ورای
کثیرا منها یخالف الحدیث الصحیح حیث لم یبلغهم
ورای السلف لم یزالوا یرجعون فی مثل ذلک

اور بہت سی اسنادون سے مروی ہو کر مآل اکثر اسنادون کا
اس اسناد کی طرف ہو ولید بن کثیر روایت کرتے ہین محمد بن
جعفر بن زبیر سے یا محمد بن عباد بن جعفر سے اور وہ دونون راوی
ہین عبید اللہ بن عبد اللہ سے اور وہ راوی ہین ابن عمر سے پھر
بعد اسکے بہت سے طرق شاخ در شاخ ہوگئے اور یہ دونون راوی
یعنی محمد بن جعفر اور محمد بن عباد اگرچہ معتبر ہین لیکن ان لوگون سے
نہین جنپر فتوے کا مدار اور لوگون کا اعتماد ہوا ہو سو یہ حدیث سعید
ابن مسیب اور زہری کے زمانہ مین ظاہر نہوئی اور مالکیہ و حنفیہ اسپر
نہ چلے نہ اسکے موجب عمل کیا اور امام شافعی نے اسپر عمل کیا ۔
دوسری مثال حدیث خیار مجلس[1] ہے کہ یہ حدیث صحیح بہت سی
اسنادون سے مروی ہو صحابہ مین ابن عمر اور ابو ہریرہ نے اسپر
عمل کیا اور فقہاء سبعہ مشہورہ اور انکے معاصرین پر ظاہر نہوا اسیوجہ سے
وہ اسکے قائل نہ تھے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس بات کو
حدیث مین طعن سمجھا اور امام شافعی نے اسپر عمل کیا۔ چوتھی بات
یہ ہو کہ امام شافعی کے زمانہ مین صحابہ کے اقوال جمع ہوگئے کہ کثرت سے
اور مختلف اور متفرق تھے انمین سے بہت کو دیکھا کہ جہان
ان لوگون کو حدیث نہین پہونچی وہان صحیح حدیث کے
مخالف ہین اور سلف کو دیکھا کہ اس جیسے معاملہ مین برابر

[1] وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بایع اور مشتری دونوکو اختیار ہو یعنی فسخ معاملہ کا جب تک کہ جدا نہون حنفیہ
جدائی سے مراد اقوال کا تفرق لیتے ہین اور شافعیہ بدنون کی علحدگی مراد لیتے ہین ۱۲

الی الحدیث فترک التمسک باقوالھم مالم
ینفقوا وقال ھم رجال ونحن رجال ومنھا انہ
رای قوما من الفقہاء یخلطون الرای الذی
لم یسوغہ الشرع بالقیاس الذی اثبتہ
فلا یمیزون واحدا منھما من الآخر ویسمونہ
تارۃ بالاستحسان اعنی بالرای ان ینصب
مظنۃ حرج او مصلحۃ علۃ لحکم وانما القیاس
ان یخرج العلۃ من الحکم المنصوص ویدار علیھا
الحکم فابطل ھذا النوع اتم ابطال وقال
من استحسن فانہ اراد ان یکون شارعا
حکاہ العضد فی شرح مختصر الاصول مثالہ
رشد الیتیم امر خفی فاقاموا مظنۃ رشدہ
بلوغ خمس وعشرین سنۃ مقامہ وقالوا اذا
بلغ الیتیم ھذا العمر سلم الیہ مالہ قالوا ھذا
استحسان والقیاس ان لا یسلم الیہ وبالجملۃ
فلما رای فی صنیع الاوائل مثل ھذہ الامور
اخذ الفقہ من الراس فاسس الاصول وفرع
الفروع وصنف الکتب فاجاد وافاد واجتمع
علیہ الفقہاء وتصرفوا اختصارا وشرحا و

حدیث کیطرف رجوع کرتے ہین لہذا امام شافعی نے اُنکے اقوال سے
تمسک کرنا چھوڑ دیا جبتک کہ وہ لوگ متفق نہون اور یہ کہا کہ وہ بھی مرد[ل]
ہین اور ہم بھی مرد ہین۔ پانچوین بات۔ یہ کہ کچھ لوگونکو فقہا مین سے
دیکھا کہ وہ رای کو جسے شریعت نے جایز نہین کیا قیاس سے خلط کرتے ہین
جسکو شریعت نے ثابت کیا ہے یعنی ایک کو دوسرے سے تمیز نہین کرتے اور
اُسی رای کو استحسان[ع] کہتے ہین اور رای سے میری غرض یہ ہو
کہ کسی حرج یا مصلحت کے موقع کو حکم کی علت ٹھیرایا جاوے اور قیاس
وہی ہے کہ حکم منصوص سے علت نکالی جاوے اور اُسی علت پر
حکم کا مدار ہو۔ غرضکہ امام شافعی نے اس رای کو نہایت زور سے باطل
کیا اور کہا کہ جو کوئی استحسان کرتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ خود شارع ہو جاوے
نقل کیا ہے اسکو عضد نے مختصر الاصول کی شرح مین اُسکی مثال یتیم کا
عاقل ہونا ہے کہ ایک امر پوشیدہ ہے اُن لوگون نے موقع دانش یعنی پچیس
سال کی عمر کو اُسکے قائم مقام کیا اور کہا کہ یتیم جب اس عمر کو پہونچ
جاوے تو اُسکا مال اُسکے سپرد کیا جاوے اور کہا یہ استحسان[ع] ہے اور قیاس
یہ ہے کہ اُسکو نہ دیا جاوے۔ حاصل یہ کہ جب امام شافعی نے پہلے
لوگون کی کارروائی مین اسطرح کی باتین دیکھین فقہ کو از سر نو لیا اور
اصول کی بنا ڈالی اور فروع کو نکالا اور کتابین تصنیف کین
اور عمدہ لکھین اور فائدہ پہونچایا اور اُنکے پاس فقہا جمع
ہوے اور اُن کتابون مین مختصر کرنے اور شرح کرنے

ل یعنی جیسے قرآن حدیث سے اُنھون نے استنباط کیا ہم بھی کر سکتے ہین ہر بات مین اُنکی متابعت نہین کرتے۔ ع استحسان اصطلاح
فقہا مین قیاس پوشیدہ ہے جو مقابل قیاس ظاہری کے ہوتا ہے۔ ع وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اگر اس عمر مین بھی مال اُسکو نہ دیا جاوے تو
عاقل بالغ شخص کو اُسکے مال سے محروم کرنا لازم آتا ہے اور یہ عمر کمال عقل کی ہے چنانچہ عرفاً دیکھنے سے روشن ہے کہ جب آدمی پچیس برس کا

استنباط وتخریج ثم تفرقوا فی البلدان فکان هذا مذهب الشافعی والله اعلم۔

باب اسباب الاختلاف بین اهل الحدیث واصحاب الرای

اعلم انه کان من العلماء فی عصر سعید بن المسیب وابراهیم والزهری وفی عصر مالک وسفیان وبعد ذلک قوم یکرهون الخوض بالرای ویهابون الفتیا والاستنباط الا لضرورة لا یجدون منها بدا وکان اکبر همهم روایة حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عبد الله بن مسعود عن شیء فقال انی لاکره ان احل لک شیئا حرمه الله علیک او احرم ما احله الله لک وقال معاذ بن جبل یا ایها الناس لا تعجلوا بالبلاء قبل نزوله فانه لم ینفک المسلمون ان یکون فیهم من اذا سئل سدد وروی نحو ذلک عن عمر وعلی وابن عباس وابن مسعود فی کراهة التکلم فیما لم ینزل وقال ابن عمر لجابر بن زید انک من فقهاء البصرة فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنة ماضیة فانک ان فعلت غیر ذلک هلکت

اور دلیل کے ڈھونڈنے اور مسائل نکالنے کے تصرفات کیے پھر شہروں میں متفرق ہوگئے اور یہ مذہب شافعی کا ہوا واللہ اعلم۔

باب اہل حدیث اور اصحاب رائے کے مختلف ہونے کے اسباب کے ذکر میں

جاننا چاہیے کہ علما میں سے بعض لوگ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور زہری کے زمانہ میں اور نیز مالک اور سفیان کے زمانہ میں اور اُنکے بعد ایسے تھے کہ رائے میں خوض کرنا مکروہ جانتے تھے اور فتوے دینے اور استنباط کرنے میں خوف کرتے تھے بجز ضرورت کے کہ اُس سے چارہ نہ پاتے اور بڑی طلب حدیث رسول خدا صلعم کا روایت کرنا تھا۔ چنانچہ عبداللہ ابن مسعود سے کسی نے کسی چیز کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں کہ تیرے لیے وہ چیز حلال کروں کہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے حرام کیا ہو۔ اور معاذ بن جبل نے کہا اے لوگو بلا کے اُترنے سے پہلے جلدی مت کرو یعنے نہ ہوئی بات کو پہلے سے مت پوچھو کیونکہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے رہینگے کہ جب اُنسے پوچھا جائیگا تو درست جواب دینگے اور اسیطرح روایت ہے عمر فاروق اور علی اور ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود سے باب کراہت سوال کے اُس حادثہ میں کہ ابھی نہ ہوا ہو اور ابن عمر نے جابر بن زید سے کہا کہ تو بصرہ کے فقیہوں میں سے ہے تو فتوے مت دے مگر قرآن ناطق یا سنت جاری سے کیونکہ تو اگر اسکے سوا کریگا تو ہلاک ہو جائیگا

[illegible] حرمت کسی چیز کی قرآن یا حدیث سے معلوم نہ ہو اپنی رائے سے بیان نہ کرو [illegible]

[illegible]

واهلكت وقال ابو نصر لما قدم ابو سلمة البصرة اتيته انا والحسن فقال للحسن انت الحسن ما كان احد بالبصرة احب الى لقاء منك وذلك انه بلغني انك تفتي برايك فلا تفت برايك الا ان يكون سنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم او كتاب منزل وقال ابن المنكدر ان العالم يدخل فيما بين الله وبين عباده فليطلب لنفسه المخرج وسئل الشعبي كيف كنتم تصنعون اذا سئلتم قال على الخبير وقعت كان اذا سئل الرجل قال لصاحبه افتهم فلا يزال حتى يرجع الى الاول وقال الشعبي ما حدثوك هؤلاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فخذ به وما قالوه برايهم فالقه في الحش اخرج هذه الآثار عن آخرها الدارمي فوقع شيوع تدوين الحديث والاثر في بلدان الاسلام وكتابة الصحف والنسخ حتى قل من يكون اهل الرواية الا كان له تدوين او صحيفة او نسخة من حاجتهم بموقع عظيم

اور ہم کو ہلاک کریگا اور ابو نصر کہتے ہیں کہ جب ابو سلمہ بصرہ میں آئے تو میں اور حسن بصری انکے پاس گئے انھوں نے حسن سے کہا کہ تم ہی حسن ہو مجھے تمہاری نسبت کسیکو ملنا بصرہ میں زیادہ محبوب تھا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھکو خبر ملی ہے کہ تم اپنی رائے سے فتوے دیتے ہو آیندہ کو اپنی رائے سے فتوے مت دو بجز اسکے کہ سنت رسول خدا صلعم سے ہو یا قرآن مجید سے۔ اور ابن منکدر کا قول ہے کہ عالم خدا تعالی اور اسکے بندوں کے درمیان میں واسطہ ہوتا ہے اسکو چاہیے کہ اپنے لیے نجات کی صورت تلاش کرے اور شعبی سے کسی نے پوچھا کہ جب لوگ تم سے مسائل پوچھتے تھے تو تم کیا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ تم نے خوب واقف کار سے دریافت کیا وہ یہ تھا کہ جب کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اپنے ساتھی سے کہتا کہ تم فتوے دو وہ دوسرے سے کہتا اسیطرح برابر ہوتا یہانتک کہ سوال پہلے ہی شخص تک آ جاتا نیز شعبی نے کہا ہے کہ یہ لوگ جو کچھ رسول صلعم سے حدیث بیان کریں اسپر عمل کرو اور جو بات کہ اپنی رائے سے کہیں اسکو پاخانہ میں ڈالو ان سب آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے غرضکہ جمع کرنا حدیث اور اثر صحابہ و تابعین کا اور لکھنا چھوٹے رسالوں اور بڑی کتابوں کا ہر ایک شہر میں بقدر شائع ہو گئے کہ روایت والوں میں ایسا کم کوئی تھا جسکے پاس کوئی مجموعہ یا رسالہ یا کتاب نہ ہو کہ جو بڑی ضرورت انکی بیان میں تھی

ف۱ مقصود یہ ہے کہ خدا تعالی کے احکام بندوں کو ٹھیک ٹھیک پہونچائے کہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں ان میں اپنی رائے کی آمیزش نہ کرے ۱۲ ف۲ اس سبب سے ہر شخص جواب دینے سے کتراتا تھا کہ مبادا جواب میں کوئی بات بے موقع منہ سے نکل جائے ۱۲ ف۳ یعنی خلاف قرآن اور حدیث اور اجماع کے بیان کرے ۱۲

فطاف من ادرک من عظمائهم ذلک الزمان
بلاد الحجاز والشام والعراق والمصر واليمن و
الخراسان وجمعوا الکتب وتتبعوا النسخ وامعنوا
فی التفحص عن غريب الحديث ونوادر الاثر
فاجتمع باهتمام اولئک من الحديث والآثار
ما لم يجتمع لاحد قبلهم وتيسر لهم ما لم يتيسر لاحد
قبلهم وخلص اليهم من طرق الاحاديث شیٔ
کثير حتی کان لکثير من الاحاديث عندهم
مائة طريق فما فوقها فانکشف بعض الطرق
ما استتر فی بعضها الآخر وعرفوا محل کل حديث
من الغرابة والاستفاضة وامکن لهم النظر فی
المتابعات والشواهد وظهر عليهم احاديث
صحيحة کثيرة لم تظهر علی اهل الفتوی من
قبل قال الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار
الصحيحة منا فاذا کان خبر صحيح فاعلمونی
حتی اذهب اليه کوفيا کان او بصريا او شاميا
حکاه ابن الهمام وذلک لانه کم من حديث
صحيح لا يرويه الا اهل بلد خاصة کافراد

جتنے جن بڑے علما نے یہ زمانہ پایا انھوں نے حجاز اور شام اور عراق
اور مصر اور یمن اور خراسان میں گشت کیا اور کتابوں کو اکٹھا کیا اور
نسخوں کو تلاش کیا اور احادیث غریبہ اور نوادر آثار کو بہت
محنت سے تجسس کیا ان لوگوں کے اہتمام سے وہ حدیثیں
اور آثار مجتمع ہوئے کہ پہلے کسی سے جمع نہوے تھے اور
انکو وہ بات حاصل ہوئی کہ انسے پیشتر کسی کو نصیب نہوئی
تھی اور احادیث کی سندیں اس کثرت سے بہم
پہونچیں کہ بہت سی حدیثوں کی سندیں اونکے پاس سو اور
زیادہ ہوگئیں جنمیں سے بعض سندوں نے وہ بات واضح کری
جو اور سندوں میں چھپی ہوئی تھی اور جنسے انھوں نے ہر حدیث
کا غریب ہونا اور مشہور ہونا پہچان لیا اور متابعات[1] اور شواہد
میں نظر کرنے پر قادر ہوے اور اونکو ایسی صحیح حدیثیں بہت
ظاہر ہوئیں کہ فتوی والوں پر ظاہر نہیں ہوئی تھیں چنانچہ امام
شافعی نے امام احمد سے کہا کہ تم صحیح حدیثیں ہمسے زیادہ جانتے
ہو تو اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتلانا کہ میں اوسپر عمل کرون
خواہ کوفی ہو یا بصری یا شامی نقل کیا ہے اسکو ابن ہمام نے
اور اہل فتوی پر نظاہر ہونیکی یہ وجہ تھی کہ بہت سی صحیح حدیثیں صرف
خاص کسی شہر والے روایت کرتے تھے جیسے شامیوں اور عراقیوں کا افراد[2]

[1] جب کئی راوی ایک ہی مضمون کی حدیثیں روایت کریں اور راوی خبر یعنی صحابی ایک ہی ہو تو یہ حدیثیں ایک دوسرے کی متابع کہلاتی ہیں اور اگر مضمون ایک ہو اور صحابی دو ہوں یا زیادہ تو وہ حدیثیں ایک دوسرے کے شاہد کہلاتی ہیں [2] افراد جمع فرد کی ہے اور فرد اس حدیث کو کہتے ہیں جسکا راوی ایک ہی درجہ میں ہو وہ اسکو غریب بھی کہتے ہیں ١٢

الشاميين والعراقيين او اهل بيت خاصة كنسخة بريد عن ابي بردة عن ابي موسى ونسخة عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده او كان الصحابي مقلا خاملا لم يحمل عنه الا شرذمة قليلون فمثل هذه الاحاديث يغفل عنها عامة اهل الفتيا واجتمعت عندهم آثار فقهاء كل بلد من الصحابة والتابعين وكان الرجل فيما قبلهم لا يتمكن الا من جمع حديث بلده واصحابه وكان من قبلهم يعتمدون في معرفة اسماء الرجال ومراتب عدالتهم على ما يخلص اليهم من مشاهدة الحال وتتبع القرائن وامعن هذه الطبقة في هذا الفن وجعلوه شيئا مستقلا بالتدوين والبحث وناظروا في الحكم بالصحة وغيرها فانكشف عليهم هذا التدوين والمناظرة ما كان خفيا من حال الاتصال والانقطاع وكان سفيان ووكيع وامثالهما يجتهدون غاية الاجتهاد فلا يتمكنون من الحديث المرفوع المتصل الا من دون الف حديث

یا خاص ایک گھر والے روایت کرتے ہیں مثل نسخہ برید کہ روایت کرتے ہیں ابو بردہ سے اور وہ راوی ہیں ابو موسیٰ اشعری سے اور مثل نسخہ عمرو بن شعیب کہ راوی ہیں اپنے باپ شعیب سے اور وہ راوی ہیں اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے یا یہ کہ صحابی کم روایت کرنیوالا غیر معروف تھا کہ اوس سے بجز تھوڑے لوگوں کے کسی نے روایت نکی تو اس قسم کی حدیثوں سے اکثر اہل فتوے غافل ہیں اور اہل روایت کے پاس ہر شہر کے فقہای صحابہ اور تابعین کے آثار جمع ہوئے اور انسے پیشتر کا شخص صرف اپنے شہر اور اپنے اصحاب کی احادیث جمع کرسکتا تھا اور نیز پہلے لوگ اسماء رجال کے پہچاننے اور راوی کی عدالت کے مراتب معلوم کرنے میں اوس مشاہدہ حال اور تلاش قرائن پر اعتماد کرتے تھے جو انسے بن پڑتے تھے اور اہل روایت کے طبقہ نے اس فن میں خوب غور کیا اور لکھنے اور بحث کرنے میں اسکو امر مستقل ٹھہرایا اور اسکی صحت وغیرہ کے حکم کرنے میں مناظرہ کئے تو بسبب لکھنے اور مناظرہ کرنے سے جو حال اتصال[1] اور انقطاع کا پوشیدہ تھا وہ انپر ظاہر ہوگیا۔ اور سفیان اور وکیع اور انکے مثل نہایت درجہ کوشش کرتے تھے پھر بھی حدیث مرفوع متصل ایک ہزار سے کم ہی پاتے تھے چنانچہ ابو داود سجستانی نے اپنے خط میں جو اہل مکہ کو لکھا ہے اسکا ذکر کیا ہے۔ اور اس طبقہ والے چالیس ہزار حدیث کے

[1] اتصال سے مراد یہ ہے کہ سند میں سب راویوں کا اول سے آخر تک مذکور ہونا ہو اور انقطاع سے غرض یہ کہ درمیان میں سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو

كما ذكره ابو داؤد السجستاني في رسالته الى
اهل مكة وكان اهل هذه الطبقة يروون
اربعين الف حديث فما يقرب منها بل صح
عن البخاري انه اختصر صحيحه من ستمائة الف
حديث وعن ابي داود انه اختصر سننه من خمسمائة
الف حديث وجعل احمد مسنده ميزانا يعرف به
حديث رسول الله صلعم فما وجد فيه ولو بطريق واحد
من طرقه فله اصل والا فلا اصل له فكان رؤس
هؤلاء عبد الرحمن بن مهدي ويحيى بن سعيد
القطان ويزيد بن هارون وعبد الرزاق
وابو بكر بن ابي شيبة ومسدد وهناد واحمد بن حنبل
واسحق بن راهويه والفضل بن دكين وعلي بن المديني
واقرانهم وهذه الطبقة هي الطراز الاول من طبقاتهم
فرجع المحققون منهم بعد احكام فن الرواية ومعرفة
مراتب الاحاديث الى الفقه فلم يكن عندهم
من الرأي ان يجمع على تقليد رجل ممن مضى مع
ما يرون من الاحاديث والاثار المناقضة لكل مذهب
من تلك المذاهب فاخذوا يتتبعون احاديث النبي
صلى الله عليه وسلم واثار الصحابة والتابعين و
المجتهدين على قواعد احكموها في نفوسهم وانا
ابينها لك في كلمات يسيرة

قریب روایت کرتے تھے بلکہ بخاری سے نقل صحیح ہی کہ انھون نے
صحیح بخاری کو چھ لاکھ حدیثون سے مختصر کیا - اور ابوداؤد سے
مروی ہی کہ انھون نے اپنی سنن کو پانچ لاکھ حدیثون سی چھانٹا
امام احمد نے اپنی مسند کو میزان ٹھہرایا ہی جس سے حدیث رسول اللہ
صلعم کی پہچانی جاوے یعنی جو حدیث مسند مین ہو اگرچہ اسکے
ایک ہی سند ہو تو اس حدیث کی اصل ہی اور اگر مسند مین نہو
تو وہ بے اصل ہی غرض کہ اس طبقہ کے سردار یہ لوگ عبد الرحمن
بن مہدی اور یحیی بن سعید قطان اور یزید بن ہارون اور
عبد الرزاق اور ابو بکر بن ابو شیبہ اور مسدد اور ہناد اور
امام احمد بن حنبل اور اسحق بن راہویہ اور فضل بن دکین
اور علی بن مدینی اور انکے ہمسر اور یہی طبقہ محدثین کے
طبقات مین سے نقش اول ہے.

انمین سے محقق شخص بعد مضبوط کرنے فن روایت اور پہچانے
مراتب حدیث کے فقہ کیطرف مائل ہوئے اونکی یہ رائے نہ تھی کہ
گذشتہ لوگون مین سے کسی شخص کی تقلید پر اتفاق کیا جاوے
باوجودیکہ احادیث اور آثار مخالف ہر مذہب کے ان مذہبون مین
سے اونکے پیش نظر تھے لہذا انھون نے احادیث پیغمبر صلعم اور
آثار صحابہ اور تابعین اور اقوال مجتہدین کو ان قاعدون کے
موافق جو اپنے دلونمین پختہ کر رکھے تھے تحقیق اور تلاش
کرنا شروع کیا اور مین اون قواعد کو تھوڑے سے
الفاظ مین بیان کئے دیتا ہون

كان عندهم انه اذا وجد في المسئلة قرآن
ناطق فلا يجوز التحول منه الى غيره واذا
كان القرآن محتملا لوجوه فالسنة قاضية
عليه فاذا لم يجدوا في كتاب الله اخذوا
بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم سواء
كان مستفيضا دائرا بين الفقهاء او يكون
مختصا باهل بلد واهل بيت او بطريق خاصة
وسواء عمل به الصحابة والفقهاء او لم يعملوا
به ومتى كان في المسئلة حديث فلا يتبع فيها خلافه
اثر من الآثار ولا اجتهاد احد من المجتهدين واذا
افرغوا جهدهم في تتبع الاحاديث ولم يجدوا في
المسئلة حديثا اخذوا باقوال جماعة من الصحابة
والتابعين ولا يتقيدون بقوم دون قوم ولا بلد دون بلد
كما كان يفعل من قبلهم فان اتفق جمهور
الخلفاء والفقهاء على شيء فهو المتبع وان
اختلفوا اخذوا بحديث اعلمهم علما واورعهم ورعا او
اكثرهم ضبطا او ما اشتهر عنهم فان وجدوا شيئا يستوي
فيه قولان فهي مسئلة ذات قولين فان عجزوا عن
ذلك ايضا تأملوا في عمومات الكتاب والسنة وايمائهما

اونکے یہان یہ قاعدہ تھا کہ جب مسالہ مین قرآن ناطق پایا
جاتے تو اوس سے دوسری چیز کیطرف پھرنا جائز نہین
اور جب قرآن مین کئی صورتونکا احتمال ہو تو حدیث رسول اللہ
صلعم اوسپر حاکم ہو گئے اور جب قرآن مین نپائین تو حدیث
رسول اللہ صلعم کو اختیار کرین خواہ مشہور اور فقہا مین
رائج ہو خواہ کسی شہر یا کسی خاندان یا کسی خاص طریق
سے مخصوص ہو اور خواہ صحابہ اور فقہا نے اوسپر عمل کیا ہو یا
نکیا ہو اور جب مسالہ مین کوئی حدیث موجود ہو تو اوسمین
اوسکے خلاف کی پیروی نکیجاوے خواہ اوسکے خلاف اثر ہو خواہ
کسی مجتہد کا اجتہاد اور جس صورت مین احادیث کی تلاش
مین خوب کوشش کر لیتے اور مسالہ مین کوئی حدیث نپاتے
تو اقوال گروہ صحابہ اور تابعین اختیار کرتے بدون قید کسی
خاص قوم اور کسی خاص شہر کی جیسے اونسے پہلے لوگ کرتے تھے
اور اگر جمہور خلفا اور فقہا کسی بات پر متفق ہوجائین تو اوسیکا
اتباع کیا جاتا اور اگر اختلاف کرین تو ایسے شخص کی حدیث
اختیار کرتے جو علم اور ورع اور ضبط[1] مین بڑھکر ہو یا وہ بات
اختیار کرتے جو اونسے مشہور ہو اور اگر کوئی بات ایسی پاتے
جسمین دو قول برابر ہوتے تو وہ مسالہ دو قول والا کہلاتا اور اگر
اس بات سے بھی عاجز ہوتے تو عمومات قرآن اور سنت کے اشارون

[1] ورع سے مراد پرہیزگاری اور موت کا یاد رکھنا ہے ... ضبط کے معنی یاد رکھنا ہے
سے روایت کا ایسی طور کہ سوقت جیسے بیان کرتے رہنا ... دوسری کتاب مین لکھ لینا ۔

واقتضاءها وحملوا نظير المسألة عليها في جميع
واذا كان استقرار ستين بادي الرأي لا يعتمد
في ذلك على قواعد من الاصول ولكن على
ما يخلص الى الفهم ويثلج به الصدر كما انه ليس
ميزان التواتر عدد الرواة ولا حالهم ولكن
اليقين الذي يعقبه في قلوب الناس كما
نبهنا على ذلك في بيان حال الصحابة
وكانت هذه الاصول مستخرجة من صنيع الاوائل
وتصريحاتهم وعن ميمون بن مهران قال
كان ابو بكر اذا ورد عليه الخصم نظر في كتاب
الله فان وجد فيه ما يقضي بينهم قضى به
وان لم يكن في الكتاب وعلم من رسول الله صلى الله
عليه وسلم في ذلك الامر سنة قضى بها فان
اعياه خرج فسأل المسلمين وقال اتاني كذا وكذا فهل
علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى
في ذلك بقضاء فربما اجتمع اليه النفر كلهم يذكر
من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه قضاء فيقول
ابو بكر الحمد لله الذي جعل فينا من يحفظ على
نبينا فان اعياه ان يجد فيه سنة من رسول الله صلى الله
عليه وسلم جمع رؤس الناس وخيارهم فاستشارهم فاذا اجتمع

اور اقتضا مین دخل کرتے اور مسائل کی نظیر کو سب مین ان پر
محمول کرتے بشرطیکہ وہ نظائر مین یکسان ہوتے اصل یہ ہین
اصول کے قواعد پر عتماد نکرتے بلکہ اوسپر اعتماد کرتے جو انکی سمجھ
مین آتا اور جس سے انکے دل کا طمینان ہوتا جیسے متواتر۱؎ کے
میزان راویون کے شمار اور انکا حال نہین بلکہ وہ یقین ہے کہ
حدیث متواتر سُننے کے بعد لوگونکے دلونمین ہوتا ہی چنانچہ
بیان حال صحابہ مین ہمنے اسپر تنبیہ کی ہی۔
اور یہ قواعد پہلے لوگون کے افعال اور اقوال صریح سے نکالے
گئے ہین۔ میمون بن مہران سے کردی ہی کہ اونسے منقول ہی کہ حضرت
ابوبکر صدیق کے پاس جب کوئی مقدمہ والا آتا تو قرآن مین دیکھتے
اگر قرآن مین حکم فیصلہ باہمی کا پاتے تو اوسی کے موافق حکم کرتے
اور اگر قرآن مین نہوتا اور حدیث رسول خدا صلعم اس باب
مین انکو معلوم ہوتی تو اوسکے موافق حکم کرتے اور اگر ان دونون
باتون سے عاجز ہوتے تو باہر نکلتے اور مسلمانون سے پوچھتے اور فرماتے
کہ میرے پاس فلان معاملہ آیا ہی کیا تمکو معلوم ہی کہ رسول خدا صلعم
نے اس باب مین کوئی حکم فرمایا ہی بعض اوقات انکی خدمت مین بہت
لوگ جمع ہوجاتے ہر ایک نیز سے اس معاملہ مین حکم رسول خدا صلعم کا
بیان کرتا حضرت صدیق فرماتے کہ خدا کا شکر ہی جسنے ہم مین ایسے لوگ
بنائے جو ہمارے پیغمبر صلعم کے احکام یاد رکھتے ہین اور اگر اس بات
سے بھی عاجز ہوتے کہ اس معاملہ مین حدیث رسول خدا صلعم سے

۱؎ حدیث متواتر وہ ہی جسکو اتنے بہت راوی روایت کرین کہ انکا متفق ہونا جھوٹ پر معقول نہو سکے ۱۲

رأيهم على امر قضى به وعن شريح ان عمر بن
الخطاب كتب اليه ان جاءك شئ فى كتاب
الله فاقض به ولا يلفتك عنه الرجال فان
جاءك ماليس فى كتاب الله فانظر سنة
رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقض
بها فان جاءك ماليس فى كتاب الله ولم يكن
فيه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم و
فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به فان جاءك
ماليس فى كتاب الله ولم يكن فيه سنة
رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم
يتكلم فيه واحد قبلك فاختر اى الامرين
شئت ان شئت ان تجتهد برايك ثم
تقدم فتقدم وان شئت ان تتاخر
فتاخر ولا ارى التاخر الا خيرا لك
وعن عبد الله بن مسعود قال اتى
علينا زمان لسنا نقضى ولسنا هنالك
وان الله قد قدر من الامر ان قد بلغنا
ماترون فمن عرض له قضاء بعد اليوم
فليقض فيه بما فى كتاب الله

لی تو لوگوں کے سرداروں اور بہتروں کو جمع کرتے اور اُن سے مشورہ
لیتے جب اُنکی رائے کسی بات پر متفق ہوتی تو اسی کے بموجب
حکم کرتے ۔ اور شریح قاضی سے مروی ہو کہ حضرت عمر فاروق
نے اُنکو لکھا کہ اگر تمہارے پاس ایسا مسالہ آئے جو قرآن میں ہے
تو قرآن کے بموجب حکم کرنا اور اس بات سے تمکو لوگ نہ روکیں
اور اگر تمہارے پاس ایسا مسالہ آوے کہ قرآن مین نہو تو حدیث
رسول خدا صلعم کو دیکھنا اور اُسکے بموجب حکم کرنا اور اگر ایسا
مسالہ تمہارے پاس آوے کہ نہ قرآن مین ہو اور نہ اُسمین کوئی
حدیث رسول خدا صلعم کی ہو تو جس بات پر لوگوں کا اجتماع ہو اُسکو
دیکھنا اور اُسکی مطابق اختیار کرنا اور اگر تمہارے پاس ایسا
مسالہ آوے کہ نہ قرآن مین ہو اور نہ اُس باب مین [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور نہ تمسے پہلے کسی نے [illegible]
کیا ہو تو دو باتوں مین جون سی چاہو پسند کرو اگر [illegible]
اجتہاد کرو پھر آگے بڑھو اور اگر چاہو کہ دیر کرو تو دیر کرو اور [illegible]
تمہارے حق مین دیر کرنے ہی کو بہتر سمجھتا ہوں اور [illegible]
مسعود سے مروی ہو کہ ہمکو وہ زمانہ ملا کہ ہم پر ایک [illegible]
کہ ہم حکم کرتے تھے اور نہ اُس لایق تھے اور خدا [illegible]
ہماری تقدیر مین یہ لکھا تھا کہ ہم اُس مرتبہ پر پہونچے [illegible]
ہو تو آج کے بعد جس کسی کے سامنے کوئی مقدمہ پیش [illegible]

لہ مشورہ کرنے سے یہ ہو کہ اجتہاد کے موافق جلد حکم مسالہ مین کرو اور دیر کرنے نزدیک کہ جو بات اجتہاد سے معلوم ہوا اُسمین [illegible]
غور و تامل کرنا تمہارے حق مین بہتر ہو ۱۲ ۔ سلہ یعنی خلفاء راشدین کے سامنے ہم مین قابلیت نہ تھی کہ ہم کسی مسالہ مین حکم [illegible]

وجل فان جاءه ما ليس في كتاب الله
فليقض بما قضى به رسول الله صلى
الله عليه وسلم فان جاءه ما ليس في كتاب
الله ولم يقض به رسول الله صلى الله
عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون ولا يقل
اني اخاف واني ارى فان الحرام بين
والحلال بين وبين ذلك امور مشتبهة
فدع ما يريبك الى ما لا يريبك وكان ابن
عباس اذا سئل عن الامر فكان في
القرآن اخبر به وان لم يكن في
القرآن وكان عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم اخبر به فان لم يكن
عن ابي بكر وعمر فان لم يكن قال فيه
برأيه وعن ابن عباس اما تخافون ان
تعذبوا او يخسف بكم ان تقولوا قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال
فلان وعن قتادة قال حدث ابن سيرين
رجلا بحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم
فقال قال فلان كذا وكذا فقال ابن سيرين

بموجب حکم قرآن کے حکم کرے اور اگر اسکے پاس وہ صورت
آوے کہ قرآن میں نہو تو مطابق اس حکم کے فیصلہ کرے جو
رسول خدا صلعم نے حکم کیا اور اگر اسکے پاس وہ معاملہ آوے
کہ نہ قرآن میں ہے اور نہ رسول خدا صلعم نے اسکا حکم دیا تو اس
فیصلہ کے بموجب حکم کرے کہ علمائے صالح نے اس کا فیصلہ
کیا ہو اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں اور میں تجویز کرتا ہوں کیونکہ
حرام ظاہر ہے اور حلال بھی ظاہر اور جو چیزیں انکے بیچ میں
ہیں انمیں شک اور شبہ ہے تو جن باتوں میں تجھے شبہ ہو چھوڑ کے
اور جنمیں تجھے شبہ نہو انکو اختیار کر اور حضرت ابن عباس سے جب
کوئی بات پوچھی جاتی اور قرآن میں ہوتی تو اسکو بتا دیتے اور
اگر قرآن میں نہوتی اور رسول خدا صلعم سے روایت ہوتی تو
اسکے بموجب بتا دیتے اور اگر حدیث میں بھی نہوتی تو ابوبکر صدیق
اور عمر فاروق کے اقوال سے جواب دیتے اور اگر انکا قول
میں بھی نملتی تو اس باب میں اپنی رائے سے کہتے اور نیز ابن
عباس سے منقول ہے کہ تم ڈرتے نہیں کہ عذاب دیا جاوے یا
زمین میں دھنسایا جاوے اس کہنے سے کہ رسول خدا صلعم نے
فرمایا اور فلاں شخص نے کہا اور قتادہ سے مروی ہے کہ ابن
سیرین نے ایک شخص سے حدیث پیغمبر صلعم کے بیان کی اس
مرد نے کہا کہ فلاں شخص نے ایسا ایسا کہا ہے تو ابن سیرین نے کہا

سلہ یعنی [illegible] کے بموجب فیصلہ کرے ۱۲ سلہ مقصود یہ ہو کہ باوجود علم کے اپنے حکم کے قرآن یا حدیث یا علماء سے یہ عذر نہ کرسکے کہ میں کوئی بنی سے ڈرتا ہوں اور تجویز حکم میں متامل ہوں ۱۲ سلہ یعنی حدیث کے مقابل میں کسی کا قول نقل مت کرو ورنہ مستحق عذاب ہوگے ۱۲

احدثك عن النبي صلى الله عليه وسلم
وتقول قال فلان كذا وكذا وعن الاوزاعي
قال كتب عمر بن عبد العزيز انه لا رأي
لاحد في كتاب الله وانما رأي الائمة فيما لم
ينزل فيه كتاب ولم تمض فيه سنة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولا رأي لاحد في سنة سنها رسول الله
صلى الله عليه وسلم وعن الاعمش
قال كان ابراهيم يقول يقوم عن يساره
فحدثته عن سميع الزيات عن ابن
عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم اقامه
عن يمينه فاخذ به وعن الشعبي جاءه رجل
يسئله عن شئ فقال كان ابن مسعود يقول فيه
كذا وكذا قال اخبرني انت برأيك فقال الا تعجبون
من هذا اخبرته عن ابن مسعود ويسئلني عن رأيي وديني
آثر عندي من ذلك والله لان اتغنى بغنية احب الي
من ان اخبرك برأيي اخرج هذه الآثار كلها
الدارمي واخرج الترمذي عن ابي السائب

کہ میں تجھکو پیغمبر صلعم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور تو کہتا ہے
کہ فلان نے ایسا ایسا کہا ہے اور اوزاعی سے منقول ہے کہ عمر بن
عبد العزیز نے لکھا کہ قرآن کے حکم میں کسی کی رائے کا اعتبار نہیں
بلکہ ایسی رائے اسی صورت میں ہے کہ جسمیں قرآن نازل نہوا ہو
اور حدیث رسولخدا صلعم نے مقرر فرمایا ہو اُسمین کسی کی
رائے کا اعتبار نہیں۔ اور اعمش سے مروی ہے کہ اُنہوں نے
کہا کہ ابراہیم نخعی امام کے بائیں طرف کھڑے ہونے کے قائل تھے
میں نے اُنکے سامنے حدیث بیان کی سمیع زیات سے کہ وہ روایت
کرتے ہیں ابن عباس سے کہ پیغمبر صلعم نے اُنکو اپنے داہنی جانب
کھڑا کیا ابراہیم نے اس حدیث کو مان لیا۔ اور شعبی سے منقول
ہے کہ ایک مرد اونکے پاس آیا کہ کسی بات کو اُنسے پوچھتا تھا شعبی
نے کہا کہ ابن مسعود رض اس بات میں ایسا ایسا کہتے تھے اُس
شخص نے کہا کہ آپ مجھے اپنی رائے بتلائیے شعبی نے حاضرین سے کہا
کہ تم اس شخص سے تعجب نہیں کرتے کہ میں نے اسکو روایت ابن
مسعود سے بتادی اور وہ مجھ سے میری رائے پوچھتا ہے میرے نزدیک
میرا طریق یہی رائے بتانے سے بہتر ہے بخدا کہ میں اگر کسی بات میں
گنگناتا ہوں یہ بات مجھکو محبوب تر ہے اس سے کہ تجھے اپنی رائے
بتاؤں ان سب آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے

ك١ یعنی جس جماعت میں کہ مقتدی اکیلا ہو ۔ ك٢ یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ ابن عباس اپنی خالہ ام المومنین میمونہ کے گھر میں سوئے تھے
اور حضرت صلعم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے جب آپ تہجد پڑھنے لگے تو ابن عباس بھی وضو کر کے آپکی بائیں جانب کھڑے ہو گئے
آپنے اُنکو پکڑ کر اپنی دہنی جانب کھڑا کر لیا ۔ ك٣ یہاں عربی کے نسخوں میں تصحیف اور تحریف ہے مترجم کے نزدیک غالباً اصلی عبارت یوں ہے
[illegible] ہے اسی طرح [illegible] ہے اور اسیکے بموجب ترجمہ کیا ۱۲

ابی السائب قال کنا عند وکیع فقال لرجل
ممن ینظر فی الرای اشعر رسول الله صلی
الله علیه وسلم ویقول ابو حنیفة هو مثلة
قال الرجل فانه قد روی عن ابراهیم النخعی
انه قال الاشعار مثلة قال رایت وکیعا غضب
غضبا شدیدا وقال اقول لك قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم وتقول قال ابراهیم
ما احقك بان تحبس ثم لا تخرج حتی تنزع
عن قولك وعن عبد الله بن عباس وعطاء
ومجاهد ومالك بن انس انهم کانوا یقولون
ما من احد الا وماخوذ من کلامه ومردود
علیه الا رسول صلی الله علیه وسلم وبالجملة
فلما مهدوا الفقه علی هذه القواعد فلم
یکن مسئلة من المسائل التی تکلم فیها من
قبلهم والتی وقعت فی زمانهم الا وجدوا فیها
حدیثا مرفوعا متصلا او مرسلا او موقوفا صحیحا
او حسنا او صالحا للاعتبار او وجدوا اثرا من
آثار الشیخین او سائر الخلفاء وقضاة

ابو سائب سے روایت کیا کہ ہم وکیع کے پاس تھے وکیع نے ایک مرد
سے جو رائے کا معتقد تھا کہا کہ رسول خدا صلعم نے اشعار
فرمایا ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ اشعار مثلہ ہے اس مرد
نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اونھون نے کہا کہ
اشعار مثلہ ہے ابو سائب کہتے ہین کہ مین نے وکیع کو دیکھا کہ
نہایت درجہ کو غصہ کیا اور کہا کہ مین تجھسے کہتا ہون کہ
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نے کہا ہے
تو نہایت مستحق اسکا ہے کہ قید کیا جائے اور جبتک اپنے قول سے
باز نہ آئے قید سے نکالا نجائے۔ اور عبد اللہ بن عباس اور
عطا اور مجاہد اور مالک بن انس سے منقول ہے کہ وہ یہہ کہتے
تھے کہ کوئی شخص بجز رسول خدا صلعم کے ایسا نہین کہ اسکی
بعض بات اختیار کیجائے اور بعض نہ مانی جائے۔
حاصل یہ کہ جب اُن لوگون نے فقہ کو ان قواعد پر مرتب کیا
تو کوئی مسئلہ اُن مسائل مین سے جنمین پیشیر والون نے کلام کیا
تھا اور نیز اُنمین سے جو خاص اُنکے زمانہ مین واقع ہوئے ایسا نتھا
جسمین انکو حدیث مرفوع متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن
یا لایق اعتبار کے نملی ہو یا کوئی اثر آثار شیخین یا اور خلفا کا
اور شہرونکے قاضیون اور فقہا کا نیا یا ہو یا خود عموم یا اشارہ

ف۱ اشعار اصل مین بمعنی واقف کرنا۔ اور اصطلاح شرع مین اسکو کہتے ہین کہ ہدی کی کوہان کی داہنے جانب برچھی وغیرہ سے ایسا زخم کرین کہ بظاہر خون مین آلودہ ہو جاوے ۔ ف۲ مثلہ بضم میم و سکون ثانی ناک کان وغیرہ کاٹنا ۔ ف۳ مرفوع وہ حدیث ہے کہ جسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی ہوئی ہو اور متصل وہ ہے کہ جسکی سند مین شروع سے آخر تک سب راوی مذکور ہون اور اسکو مسند بھی کہتے ہین اور مرسل وہ ہے جسمین تابعی کہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یعنی بلا واسطہ صحابی کے اور موقوف وہ ہے جو قول صحابی کا ہو

الامصار وفقہاء البلدان او استنباطاً من عموم
او ایماء او اقتضاء فیسر اللہ لہم العمل بالسنة
علی ہذا الوجہ وکان اعظمہم شاناً واوسعہم
روایة واعرفہم للحدیث مرتبة واعمقہم
فقہا احمد بن محمد بن حنبل ثم اسحاق بن
راہویہ وکان ترتیب الفقہ علی ہذا الوجہ یتوقف علی
جمع شیء کثیر من الاحادیث والآثار حتی سئل احمد
یکفی الرجل مائة الف حدیث حتی یفتی قال لا حتی
قیل خمسمائة الف حدیث قال ارجو کذا فی غایة
المنتہی ومرادہ الافتاء علی ہذا الاصل ثم
انشأ اللہ قرناً آخر فرأوا اصحابہم قد کفوہم
جمع الاحادیث وتمہید الفقہ علی ہذا الاصل فتفرغوا
لفنون اخری کتمییز الحدیث الصحیح المجمع علیہ
بین کبراء اہل الحدیث کیزید بن ہارون و
یحیی بن سعید القطان واحمد واسحق و
اضرابہم وکجمع احادیث الفقہ التی بنی
علیہا فقہاء الامصار وعلماء البلدان مذاہبہم
وکالحکم علی کل حدیث بما یستحقہ کالشاذة
والفاذة من الاحادیث التی لم یرووہا
او طرقہا التی لم یخرجہا من جمعہا الاوائل

یا اقتضاء سے استنباط نہ کیا ہو غرضکہ انکو سنت پر عمل کرنا اس
صورت سے خدا نے آسان کر دیا انمین سے زیادہ عظیم الشان اور
روایت مین وسیع تر اور مرتبہ حدیث سے زیادہ [illegible] اور فقہ
مین زیادہ غور کرنیوالے دو شخص ہین امام احمد بن محمد بن
حنبل پھر اسحق بن راہویہ اور فقہ کا مرتب کرنا اس صورت سے
بہت سی حدیثون اور آثار کے جمع کرنے پر منحصر ہے حتی کہ
امام احمد سے پوچھا گیا کہ ایک لاکھ حدیثین آدمی کو مفتی ہونے
کیلیے کافی ہین امام احمد نے کہا نہیں یہانتک کہ پانچ لاکھ
حدیثوں کا ذکر انسے کیا گیا تب انھون نے کہا کہ مین توقع کرتا ہون
کہ اسکے لیے کافی ہون ایسا ہی غایة المنتہی مین ہے اور غرض
امام احمد کی فتوی دینا اسی قاعدہ کے موجب ہے۔
پھر خدائے تعالی نے ایک اور گروہ پیدا کیا انھون نے دیکھا کہ پہلے
گروہ والون نے ہمکو احادیث کے جمع کرنے اور اس قاعدہ کے موافق
فقہ کے مرتب کرنیکی مشقت سے بچا دیا اسلیے یہ لوگ دوسرے
فنون مین مشغول ہوئے مثلاً جدا کرنا حدیث صحیح کا جس پر
بڑے بڑے محدثون کا اتفاق ہے جیسے یزید بن ہارون
اور یحیی بن سعید قطان اور احمد اور اسحق اور انکے ہمسرون کا
اور مثل جمع کرنے احادیث فقہ کے جنپر شہرون کے فقہا اور
علما نے اپنے مذہبون کی بنا ڈالی ہے۔ اور مثل حکم لگانے کے
ہر حدیث پر جسکے وہ لائق ہے جیسے شاذہ[1] اور فاذہ جنکی

[1] شاذہ وہ روایت ہے ثقات کی روایت کے مخالف ہو اور فاذہ بمعنی فرد کے ہے اور بعض وقت شاذہ اور فاذہ ایک

معان في اتصال او علو سند او رواية فقيه عن
فقيه او حافظ عن حافظ ونحو ذلك من المطالب
العلمية وهؤلاء هم البخاري ومسلم وابو داؤد
وعبد بن حميد والدارمي وابن ماجة و
ابو يعلى والترمذي والنسائي والدارقطني
والحاكم والبيهقي والخطيب والديلمي
وابن عبد البر وامثالهم -

وكان اوسعهم علما عندي وانفعهم
تصنيفا واشهرهم ذكرا رجال اربعة متقاربون
في العصر اولهم ابو عبد الله البخاري وكان
غرضه تجريد الاحاديث الصحاح المستفيضة
المتصلة من غيرها واستنباط الفقه و
والسيرة والتفسير منها فصنف جامعه
الصحيح ووفى بما شرط وبلغنا ان رجلا من
الصالحين راى رسول الله صلى الله عليه
وسلم في منامه وهو يقول مالك اشتغلت
بفقه محمد بن ادريس وتركت كتابي قال
يارسول الله صلى الله عليه
وسلم وما كتابك قال صحيح
البخاري ولعمري نال من الشهرة
والقبول درجة لا ترام فوقها

جو پہلون نے روایت نہین کین - یا مثل جمع کرنے اُن سندون
کے جنکی روسے پہلون نے روایت نہین کی باین لحاظ کہ سند
جدید مین اتصال یا عالی ہونا ثابت ہو یا روایت کرنا فقیہ کا
فقیہ سے یا حافظ کا حافظ سے اور مثل اسکے مطالب علمیہ
پائی جاتی ہین اور اس دوسرے گروہ کے لوگ بخاری و مسلم
اور ابو داود و عبد بن حمید و دارمی و ابن ماجہ و ابو یعلی
اور ترمذی و نسائی اور دارقطنی اور حاکم و بیہقی اور
خطیب و دیلمی اور ابن عبد البر اور انکے امثال ہین
اور میرے نزدیک علم مین زیادہ وسیع اور تصنیف سے
زیادہ نفع پہونچانیوالے اور ذکر مین زیادہ مشہور چار شخص زمانہ
مین ایک دوسرے کے قریب ہین - انمین سے اول ابو عبد اللہ بخاری
ہین جنکی غرض احادیث صحیح مشہور متصل کو اور حدیثون سے
علیحدہ کرنا اور فقہ اور سیرت و تفسیر کا احادیث سے استنباط
کرنا ہو اسی غرض سے انھون نے اپنی کتاب جامع صحیح بخاری
کو تصنیف کیا اور جو شرط کی تھی اُسکو پورا کیا اور ہمکو یہ خبر
ملی ہو کہ کسی نیکبخت نے رسول خدا صلعم کو خواب مین دیکھا
کہ آپ یون ارشاد فرماتے ہین کہ تجھے کیا ہوا ہے کہ محمد
بن ادریس یعنی امام شافعی کی فقہ مین مشغول ہو اور میری
کتاب کو تو نے چھوڑ دیا اوسنے عرض کیا یا رسول اللہ
آپکی کتاب کونسی ہو آپنے فرمایا کہ صحیح بخاری - اور قسم ہو کہ
یہ کتاب اسقدر مقبول اور مشہور ہوئی کہ اس سے زیادہ نہین

وثانيهم مسلم النيسابوري توخى تجريد الصحاح المجمع عليها بين المحدثين المتصلة المرفوعة مما يستنبط منه السنة واراد تقريبها الى الاذهان وتسهيل الاستنباط منها فرتب ترتيبا جيدا وجمع طرق كل حديث في موضع واحد ليتضح اختلاف المتون وتشعب الاسانيد اصرح ما يكون وجمع بين المختلفات فلم يدع لمن له معرفة بلسان العرب عذرا في الاعراض عن السنة الى غيرها وثالثهم ابوداود السجستاني وكان همه جمع الاحاديث التي استدل به الفقهاء ودارت فيهم وبنى عليها الاحكام علماء الامصار فصنف سننه وجمع فيها الصحيح والحسن واللين الصالح للعمل قال ابوداود وما ذكرت في كتابي حديثا اجمع الناس على تركه وما كان منها ضعيفا صرح بضعفه وما كان فيه علة بينها بوجه يعرفها الخائض في هذا الشان وترجم على كل حديث بما استنبط منه عالم وذهب اليه ذاهب

ہو سکتے۔ دوسرا شخص مسلم نیشاپوری ہی جسنے یہ قصد کیا کہ صحیح حدیثوں مرفوع متصل کو جنپر محدثونکا اتفاق ہے اور جنسے سنت مستنبط ہوتی ہی جدا کر دی اور یہ ارادہ کیا کہ اون احادیث کو لوگون کی سمجھ کے قریب اور ذہن سے مسائل کا نکالنا آسان کر دی اسلیئے کتاب کی ترتیب بہت عمدہ رکھی اور ہر حدیث کی سندین ایک جگہ اکھٹا کر دین تا کہ اختلاف متن اور تفرق اسنادونکا زیادہ صراحت سے واضح ہو جائے اور مختلف حدیثوں میں مطابقت کر دی غرض کہ جو شخص زبان عرب جانتا ہی اُسکے لیے مسلم نے کوئی عذر نہین چھوڑا کہ سنت سے دوسری طرف منہ پھیرے تیسرا شخص ابوداؤد سجستانی ہی اوسکا مقصود اون احادیث کا جمع کرنا تھا جن سے فقہا نے حجت پکڑی ہی اور وہ محدثین انمین رائج ہین اور شہرونکے علما نے اونپر احکام کی بنا ڈالی ہی اس غرض سے اوسنے اپنی سنن کو تصنیف کیا اور اوسمین احادیث صحیح اور حسن اور ضعیف قابل عمل کو درج کیا ابوداؤد کا قول ہی کہ مین نے اپنی کتاب مین کوئی ایسی حدیث نہین ذکر کی کہ سب محدثون نے اُسکے ترک پر اتفاق کیا ہو اور جو حدیث اونمین سے ضعیف تھی اوسکے ضعف کی تصریح کر دی اور جسمین کوئی علت تھی اسکو ایسی صورت سے بیان کیا کہ فن حدیث مین غور کرنیوالا اُسکو جان لے اور ہر حدیث کا عنوان اُس مسئلہ سے کیا جو کسی عالم نے اُس حدیث سے نکالا ہی اور کوئی

ولذالك صرح الغزالي وغيره بان كتابه كاف للمجتهد ورابعهم ابو عيسى الترمذي و كان استحسن طريقة الشيخين حيث بيّنا وما ابهما وطريقة ابي داؤد حيث جمع كلما ذهب اليه ذاهب فجمع كلتا الطريقتين وزاد عليهما بيان مذاهب الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار فجمع كتابا جامعا واختصر طرق الحديث اختصارا لطيفا فذكر واحدا واومى الى ما عداه وبين امر كل حديث من انه صحيح او حسن او ضعيف او منكر وبين وجه الضعف ليكون الطالب على بصيرة من امره فيعرف ما يصلح للاعتبار عما دونه وذكر انه مستفيض او غريب وذكر مذاهب الصحابة وفقهاء الامصار وسمى من يحتاج الى التسمية وكنى من يحتاج الى الكنية ولم يدع خفيا فمن هو من رجال العلم ولذلك يقال انه كاف للمجتهد مغن للمقلد۔

وكان بازاء هؤلاء في عصر مالك وسفيان وبعدهم

جاننے والا اوسطرف گیا ہی اور یہی وجہ امام غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ ابوداؤد کی کتاب مجتہد کیلیے کافی ہی چوتھا شخص ابو عیسے ترمذی ہی جسنے طریقہ بخاری اور مسلم کا پسند کیا کہ دونوں نے صاف بیان کیا اور مبہم نہیں چھوڑا اور نیز ابوداؤد کا طریقہ پسند کیا جسنے سب ایسی باتیں جمع کیں جو کسی کا مذہب تھیں لہذا ترمذی نے ان دونوں طریقوں کو جمع کیا اور انپر یہ اضافہ کیا کہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے امصار کے مذاہب بھی بیان کیے غرضکہ ایک کتاب جامع بنائی اور طرق حدیث کو لطف کے ساتھ مختصر کیا یعنی ایک ذکر کرکے ماسوا کیطرف اشارہ کردیا اور ہر حدیث کا حال کہ صحیح ہی یا حسن یا ضعیف یا منکر بیان کردیا اور وجہ ضعف کی ظاہر کردی تاکہ طالب کو اپنی معاملہ میں بصیرت ہو اور قابل اعتبار کو غیر سے پہچانے اور یہ بھی ذکر کیا کہ حدیث مشہور ہی یا غریب اور مذاہب صحابہ اور فقہائے امصار کے بیان کیے اور جسکا نام لینے کی ضرورت تھی اوسکا نام لیا اور جسکی کنیت کی حاجت تھی اوسکی کنیت بیان کی اور جو لوگ مرد اہل علم ہیں ونکے لیے کچھ چھپا نہیں رکھا اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جامع ترمذی مجتہد کے لیے کافی اور تقلید کرنیوالے کے حق میں بس ہی۔

اور ان لوگوں کے مقابل زمانہ مالک اور سفیان میں اور بعد

قوم لا یکرھون المسائل ولا یھابون
الفتیا ویقولون علی الفقہ بناء الدین
فلا بد من اشاعتہ ویھابون روایۃ
حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم والرفع
الیہ حتی قال الشعبی علی من دون النبی صلی
اللہ علیہ وسلم احب الینا فان کان فیہ
زیادۃ او نقصان کان علی من دون
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابراھیم
اقول قال عبد اللہ وقال علقمۃ احب
الینا وکان ابن مسعود اذا حدث عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربد وجھہ
وقال ھکذا او نحوہ ھکذا او نحوہ وقال عمر
حین بعث رھطا من الانصار الی الکوفۃ
انکم تاتون الکوفۃ فتاتون قوما لھم ازیز
بالقرآن فیاتونکم فیقولون قدم اصحاب محمد
قدم اصحاب محمد فیاتونکم فیسئلونکم عن
الحدیث فاقلوا الروایۃ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن عون کان
الشعبی اذا جاءہ شیء اتقی وکان
ابراھیم یقول ویقول اخرج ھذہ
الآثار الکرخی فی تخریج الحدیث الفقہ للسائل

انمیں کچھ ایسے لوگ تھے کہ مسائل کو مکروہ نہ جانتے تھے اور نہ
فتویٰ دینے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ دین کی بنا فقہ
پر ہی اسی وجہ سے اُسکا شائع کرنا ضروری ہے اور حدیث
پیغمبر صلعم کی روایت کرنے اور آپکی طرف مرفوع کرنے سے
ڈرتے تھے یہانتک کہ شعبی نے کہا کہ جو لوگ بعد پیغمبر صلعم کے ہیں
اُنپر حدیث کا موقوف ہونا ہمارے نزدیک زیادہ محبوب ہے
کیونکہ اگر حدیث میں زیادتی یا کمی ہو تو وہ اُسی پر ہے کہ پیچھے
پیغمبر صلعم کے ہیں۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ قول عبد اللہ
کا اور قول علقمہ کا ہمکو زیادہ محبوب ہے۔ اور ابن مسعودؓ جب
رسول خدا صلعم سے حدیث بیان کرتے تو انکا چہرہ ہیبت
سے متغیر ہو جاتا اور یہ کہتے کہ اسی طرح فرمایا ہو یا اسکے
قریب ہی الفاظ ہیں یا مانند انکے۔ اور عمر فاروقؓ نے جب
ایک قوم کو انصار میں سے کوفہ کیطرف روانہ کیا تو فرمایا
کہ تم کوفہ میں ایسی قوم کی پاس جاتے ہو کہ قرآن پڑھنے
سے روتے ہیں وہ تمھارے پاس آئینگے، اور کہینگے کہ اصحاب
محمد صلعم آئے اُنکے صحابی تشریف لائے غرضکہ تمھارے
پاس آکر تمسے حدیثیں پوچھینگے تو تم رسول خدا صلعم سے
روایت کم کرنا۔ ابن عون نے کہا ہے کہ شعبی کا دستور تھا کہ انکے
پاس جب کوئی مسالہ آتا تو وہ ان سے ڈرتے [illegible]
کرتے۔ ان آثار کو کرخی نے روایت کیا ہے۔
حاصل یہ کہ حدیث اور فقہ او مسایل کے مجتہد پہلے علماء میں [illegible]

من حاجتهم بموقع من وجه آخر وذلك أنه
لم يكن عندهم من الاحاديث والآثار ما يقدرون
به على استنباط الفقه على الاصول التي اختارها
اهل الحديث ولم تنشرح صدورهم للنظر في
اقوال علماء البلدان وجمعها والبحث عنها
واتهموا انفسهم في ذلك وكانوا اعتقدوا في
أئمتهم انهم في الدرجة العليا من التحقيق
وكان قلوبهم اميل شيء الى اصحابهم كما قال
علقمة هل احد منهم اثبت من عبد الله وقال
ابو حنيفة ابراهيم افقه من سالم ولولا فضل
الصحبة لقلت علقمة افقه من ابن عمر وكان
عندهم من الفطانة والحدس وسرعة انتقال
الذهن من شيء الى شيء ما يقدرون به على
تخريج جواب المسائل على اقوال اصحابهم وكل
ميسر لما خلق له وكل حزب بما لديهم فرحون فمهدوا
الفقه على قاعدة التخريج وذلك ان يحفظ كل
احد كتاب من هو لسان اصحابه اعرفهم
باقوال القوم واصحهم نظرا في الترجيح فيتامل
في كل مسئلة وجه الحكم وكلما سئل عن
شيء او احتاج الى شيء راى فيما يحفظه

مطلب نکلا کیونکہ خود اُنکے پاس احادیث اور آثار اسقدر نہ تھے
جنسے اُن اصول کے مطابق کہ اہل حدیث نے اختیار کئے تھے فقہ کا
استنباط کر سکتے اور شہروں کے علما کے اقوال میں نظر کرنے اور اُنکو
جمع کرنے اور اُنکی تحقیق کرنے پر اُن لوگوں کا دل نہ کھلا اسباب مین
اپنے آپکو انھوں نے متہم جانا اور اپنے اماموں کی بارہ میں اعتقاد رکھا
تھا کہ وہ تحقیق کے اونچے درجہ پر ہیں اور اُنکے دل اپنے اُستادون
کیطرف زیادہ مائل تھے چنانچہ علقمہ نے کہا تھا کہ کیا کوئی صحابی
عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی ثبت ہیں اور امام ابو حنیفہ نے کہا تھا
کہ ابراہیم نخعی سالم کی نسبت زیادہ فقیہ ہیں اور اگر فضیلت صحابی
ہونے کی نہوتی تو مین یہ کہتا کہ علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہین
اور اُنکو زیرکی اور ذکا اور تیزی ذہن کی ایک بات سے دوسری کی
طرف انتقال کرنے مین اسقدر تھے جسکے سبب مسائلون کا اپنے
اُستادونکے اقوال کے موجب نکال سکتے تھے اور ہر ایک شخص
کیلئے وہی چیز آسان ہوتی ہے جسکے لیئے وہ پیدا ہوا اور ہر گروہ
اپنے اپنے پاس کی چیز سے خوش ہے غرضکہ لوگون نے فقہ کی بنا
تخریج کے قاعدے پر ڈالی اور تخریج کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص اُس
فقیہ کی کتاب یاد کرتے جو زبان اپنے استادونکی ہو اور اقوال
قوم سے زیادہ واقف اور ترجیح دینے میں نظر زیادہ صحیح رکھتا ہو
اور بعد حفظ کتاب کے ہر مسالہ میں حکم کی وجہ سوچے اور جب کوئی
مسالہ پوچھا جاوے یا خود کسی بات کا محتاج ہو تو وہ اپنے اُستادونکی

لہ یہ قصہ پورا بعینہٖ صفحہ ۴۴ میں گذر چکا ہے ۲ے یہ قول ابراہیم نخعی کا ہے اُس قصہ کے جسمین یہ کہا تھا جو حاشیہ صفحہ ۱۰ میں مذکور ہوا

من تصريحات اصحابه فان وجد الجواب
فيها والا نظر الى عموم كلامهم فاجراه على هذه
الصورة او اشارة ضمنية لكلام فاستنبطها
وربما كان لبعض الكلام ايماء او اقتضاء يفهم
المقصود وربما كان للمسئلة المصرح بها
نظير يحمل عليها وربما نظروا في علة الحكم
المصرح به بالتخريج او بالسبر والحذف
فاداروا حكمه على غير المصرح به وربما كان
له كلامان لو اجتمعا على هيئة القياس الاقتراني
او الشرطي انتجا جواب المسئلة وربما كان في كلامهم
ما هو معلوم بالمثال والقسمة غير معلوم
بالحد الجامع المانع فيرجعون الى اهل
اللسان ويتكلفون بتحصيل ذاتياته وترتيب
جامع مانع له وضبط مبهمه وتمييز
ربما كان كلامهم محتملا لوجهين فينظرون
ترجيح احد المحتملين وربما يكون تقريب
لائل للمسائل خفيا فيبينون ذلك وربما
ستدل بعض المخرجين من فعل ائمتهم وسكوتهم
نحو ذلك فهذا هو التخريج ويقال له القول
ج لفلان كذا ويقال على مذهب
ن او على اصل فلان او على قول

تصریحات کو پھر اسکو یاد میں دیکھی اگر جواب ملا تو بہتر ورنہ انکے
عموم تقریر کو دیکھی اور اسکو صورت مذکور پر جاری کری یا انکے
کلام کی کسی اشارہ ضمنی کو دیکھے اور اُس سے استنباط کرے اور بعض
اوقات کسی کلام کا اشارہ یا مقتضا ایسا ہوتا ہے کہ اوس سے
مقصود مفہوم ہوتا ہے اور کبھی اُس مسالہ مصرحہ کی نظیر ہوتی ہے
کہ اُسپر حمل کرتے ہیں اور کبھی جس حکم کی صراحت تخریج یا اتفاق
یا حذف سے ہو چکی ہے اُسکی علت دیکھتے ہیں اور اوسکا حکم اُس
مسائل پر جاری کرتے ہیں جسکی تصریح نہیں ہوئی اور کبھی اُنکی
دو تقریریں ہوتی ہیں کہ اگر قیاس اقترانی یا شرطی کی صورت پر جمع
ہوں تو اُسکا نتیجہ مسالہ کا جواب ہو اور کبھی استادوں کی کلام
میں ایسی بات ہوتی ہے کہ وہ مثال اور قسمت سے معلوم ہوتی ہے
اور حد جامع و مانع سے معلوم نہیں ہوتی ایسی صورت میں لوگ
اہل زبان کیطرف رجوع کرتے ہیں اور اُس چیز کی ذاتیات بہم
پہونچانے اور حد جامع و مانع مرتب کرنے اور اُسکی مبہم کو ضبط
کرنے اور مشکل کی تمیز کرنیکا تکلف کرتے ہیں اور کبھی اساتذہ
کے کلام میں احتمال دو صورتوں کا ہوتا ہے تو ایک احتمال کی ترجیح
دینے میں نظر کرتے ہیں اور کبھی دلائل کا منطبق ہونا مسائل
پر مخفی ہوتا ہے تو اُسکو بیان کرتے ہیں اور کبھی بعض تخریج والے
اپنے اماموں کی فعل اور اونکی سکوت وغیرہ سے حجت پکڑتے ہیں
غرضکہ اسی ڈھنگ کا نام تخریج ہے اور اسکو یوں بولتے ہیں
کہ فلاں شخص کا قول تخریج کیا ہوا یہ ہے اور یوں بھی کہتے ہیں

فلان جواب المسئلة كذا وكذا ويقال لهؤلاء
المجتهدون في المذهب وعنى هذا الاجتهاد
على هذا الاصل من قال من حفظ المبسوط
كان مجتهدا اي وان لم يكن له علم بالرواية اصلا و
لحديث واحد فوقع التخريج في كل مذهب
مذهب وكثر فاى مذهب كان اصحابه مشهورين
وسد اليهم القضاء والافتاء واشتهر تصانيفهم
في الناس ودرسوا درسا ظاهرا انتشر في اقطار
الارض ثم لم يزل ينتشر كل حين واى مذهب
كان اصحابه خاملين ولم يولوا القضاء و
والافتاء ولم يرغب فيهم الناس اندرس
بعد حين۔

واعلم ان التخريج على كلام الفقهاء وتتبع لفظ
الحديث لكل منهما اصل اصيل في الدين ولم يزل
المحققون من العلماء في كل عصر ياخذون
بهما فمنهم من يقل من ذا ويكثر من ذلك و
منهم من يكثر من ذا ويقل من ذاك فلا ينبغي
ان يهمل امر واحد منهما بالمرة كما يفعله عامة
الفريقين وانما الحق البحت ان يطابق
احدهما بالآخر وان يجبر
خلل كل بالآخر وذلك قول

کہ فلان شخص کے مذہب یا اسکی اصل یا اسکے قول پر مسالہ کا
جواب اسطرح ہی اور ان تخریج والونکو مجتہد فی المذہب کہتے
ہین اور جس شخص نے یون کہا کہ جو کوئی مبسوط یاد کرلے وہ مجتہد
ہوجاتا ہی اوسکی مراد یہی مجتہد واسطے اسی قسم تخریج کے ہی یعنی اگرچہ
اُسکو علم روایت حدیث بالکل نہو اور نہ ایک حدیث کا بھی
بالجملہ تخریج ہر ایک مذہب مین ہوگئے اور بہت سے ہوئی اور جس مذہب
والے مشہور ہوئے انکو عہدۂ قاضی اور مفتی کا سپرد ہوا اور انکی
تصنیفین لوگون مین مشہور ہوئین اور کھُلم کھلا پڑھا پڑھایا
گیا کہ جس سے اطراف زمین مین وہ مذہب پھیل گیا اور ہر وقت
پھیلتا رہا اور جس مذہب کے لوگ گمنام تھے اور اُنکو قاضی
اور مفتی کا عہدہ نہ ملا اور لوگ اُنکی طرف مائل نہوئے وہ مذہب
تھوڑے دنونکے بعد نابود ہوگیا۔

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ مسالہ کا جواب کلام فقہا کے مطابق
اور الفاظ حدیث کی تفتیش سے نکالنا دونون طریق یعنی حدیث
اور اہل فقہ کے لیے دین مین اصل مقرر ہی اور علمائے محققین ہر زمانہ
مین ہمیشہ دونون اصلونکو اختیار کرتے رہے بعضے کلام فقہا کو
کم لیتے اور حدیث کو زیادہ اور بعض کلام فقہا کو زیادہ لیتے
اور حدیث کو کم لیکن مناسب نہین کہ ان دونون طریق
مین سے ایک کو بالکل چھوڑ دین جیسے کہ دونون فریق کے عوام
کرتے ہین بلکہ حق خالص یہ ہی کہ ایک کو دوسرے سے مطابق
کرین اور ایک کی کسر دوسرے سے مٹائین اور یہی مراد اس

الحسن البصری سنتکم والله الذی لا اله
الا هو بینهما بین الغالی والجافی فمن کان
من اهل الحدیث ینبغی له ان یعرض ما اختاره
وذهب الیه علی رای المجتهدین من
التابعین ومن بعدهم ومن کان من اهل
التخریج ینبغی له ان یحصل من السنن ما یحترز
به من مخالفة الصریح الصحیح ومن ان
یقول برایه فی ما فیه حدیث او اثر بقدر
الطاقة ولا ینبغی لمحدث ان یتعمق فی
القواعد التی احکمها اصحابه ولیست
مما نص علیه الشارع فیرد به حدیثا
او قیاسا صحیحا کرد ما فیه ادنی شائبة
الارسال والانقطاع کما فعله ابن
حزم رد حدیث تحریم المعازف لشائبة
الانقطاع فی روایة البخاری علی انه
فی نفسه متصل صحیح فان مثله انما یصار الیه
عند التعارض وکقولهم فلان احفظ لحدیث فلان
من غیره فیرجحون حدیثه علی حدیث غیره لذلک
وان کان فی الآخر الف وجه من الرجحان وکان

قول حسن بصری رح کا ہے کہ قسم اُس خدا ے پاک کی
کہ کوئی معبود حق اُسکے سوا نہیں کہ تمھاری سنت دونو کی
درمیان ہے یعنی غلو کرنیوالے اور جفاکار کے حدیث خاص کر
اہل حدیث کو چاہیے کہ جس چیز کو تم نے اختیار کیا ہو اور اپنا مذہب بنایا
ہو اُسکو تابعین اور اُنکے بعد کے مجتہدوں کی راے پر پیش کرے
اور اہل تخریج کو چاہیے کہ احادیث میں سے وہ بات بہم پہنچاے
جسکے سبب سے حدیث صحیح کی صریح مخالفت سے بچے اور جس
باب میں کہ حدیث یا اثر موجود ہو اُسمیں اپنی طاقت بھر راے
لگانے سے احتراز کرے اور کسی محدث کو مناسب نہیں کہ اُن
قواعد کے استعمال میں جو محدثوں نے مستحکم کیے ہیں اور شارع نے
اُنکی تصریح نہیں کی اتنا مبالغہ کرے کہ اُسکے سبب سے کسی حدیث یا قیاس
صحیح کو نہ مانے مثلاً نہ ماننا اُس حدیث کا جسمیں تھوڑا سا احتمال
مرسل ہونے اور منقطع ہونیکا ہو جیسے ابن حزم نے کیا ہے کہ
حدیث حرمت باجے گاجے کے نہیں مانے اسوجہ سے کہ بخاری کی
روایت میں منقطع ہونیکا احتمال ہے حالانکہ وہ حدیث بذات خود
متصل صحیح ہے اور ایسی بات یعنی شبہ انقطاع کیطرف صرف
تعارض کے وقت جایا کرتے ہیں اور مثلاً محدثین کا یوں کہنا کہ
فلاں شخص کو فلاں کی حدیث بہ نسبت غیر کے زیادہ یاد ہے اسوجہ سے
اول کی حدیث کو دوسرے کی حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ دوسرے میں ہزار وجہ ترجیح ہو

ـــہ یعنی حدیث میں نہ اتنا مبالغہ کرے کہ فقہ کو بالکل چھوڑ دے اور نہ اتنی کوتاہی کرے کہ بالکل فقہ کا ہو رہے اور حدیث کی
سد و ہا ترک کرے بلکہ دونوں مرتبوں کے بیچ میں رہے چنانچہ مؤلف خود آگے کہتا ہے۔

اهتمام جمهور الرواة عند الرواية بالمعنى
برؤس المعانی دون الاعتبارات التی
یعرفها المتعمقون من اهل العربیة فاستدلالهم
بنحو الفاء والواو وتقدیم کلمة وتاخیرها
ونحو ذلك من التعمق فكثيرا ما يعبر الراوی
الاخر عن تلك القصة فياتی مكان ذلك
الحرف بحرف اخر والحق ان كلما ياتی به
الراوی فظاهره انه كلام النبی صلى الله
عليه وسلم فان ظهر حديث اخر او دليل
اخر وجب المصير اليه ولا ينبغی للمخرج
ان يخرج قولا لا يفيده نفس كلام اصحابه ولا
يفهمه منه اهل العرف والعلماء باللغة
ويكون بناء على تخريج مناط او حمل نظير
المسئلة عليها مما يختلف فيه اهل الرأی
وتتعارض الاراء ولو ان اصحابه سئلوا
عن تلك المسئلة ربما لم يحملوا النظير على
النظير لمانع وربما ذكروا علة غير ما خرجه
وانما جاز التخريج لانه فی الحقيقة من
تقليد المجتهد ولا يتم الا فيما يفهم من كلامه
ولا ينبغی ان يرد حديثا او اثرا تطابق

اور سب راویوں کا اہتمام روایت بالمعنی کرنے کے وقت اصل
معنی پر ہوتا تھا نہ ان اعتبارات پر کہ اہل عربیت کی تکلف کرنیوالے
انکو جانتے ہیں مثلاً حرف فا اور واو اور ایک کلمہ کی تقدیم
و تاخیر وغیرہ سے حجت پکڑنا اہل تعمق کا کیونکہ اکثر دوسرا راوی
اسی قصہ کو بیان کرتا ہو اور اس حرف کی جگہ دوسرا حرف
لاتا ہے اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ راوی ذکر کرتا ہو ظاہر یہی ہے
کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو اگر دوسری حدیث
یا دوسری دلیل ظاہر ہو تو اسکی طرف رجوع کرنا واجب ہے
اور تخریج والے کو مناسب نہیں کہ ایسا قول نکالے کہ
جو انکے اساتذہ کے کلام کا مقصود نہو اور نہ اس کلام سے
عرف والے اور لغت دان اس قول کو سمجھیں اور تخریج مناط
کے بنا یا نظیر مسالہ کو مسالہ پر محمول کرنا ایسا ہو جس میں
ارباب عقل اختلاف رکھتے ہوں اور رائیں ایک
دوسرے کے مخالف ہوں اور اگر بالفرض اسکے
استادوں سے یہی مسالہ پوچھا جاتا تو شاید کسی مانع کی
وجہ سے نظیر کو نظیر پر محمول نکرتے اور کبھی وہ علت بتاتے کہ
اس علت کے سوا ہے جو اسنے نکالی ہو اور تخریج فقط اسوجہ سے
درست ہے کہ حقیقت میں یہ مجتہد کی تقلید ہے اور تخریج پوری ہی
ہوتی ہے کہ مجتہد کے کلام سے سمجھی جاوے اور تخریج والیکو مناسب نہیں کہ
اس حدیث کو رد کرے جسکو انہوں نے اور انکے اساتذہ نے نکالا ہے [illegible]

له [illegible] حکم کی علت [illegible] کو مناط کہتے ہیں

عليه القوم لقاعدة استخرجها هو واصحابه
كرد حديث المصراة وكاسقاط سهم ذوي
القربى فان رعاية الحديث اوجب من
رعاية تلك القاعدة المخرجة والى هذا
المعنى اشار الشافعي حيث قال مهما قلت
من قول او اصلت من اصل فبلغ عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم خلاف ما قلت
فالقول ما قال صلى الله عليه وسلم و
من شواهد ما نحن فيه ما صدر به الامام
ابو سليمان الخطابي كتابه معالم السنن حيث
قال رايت اهل العلم في زماننا قد حصلوا
حزبين وانقسموا الى فرقتين اصحاب
حديث واثر واهل فقه ونظر وكل واحدة
منهما لا تتميز عن اختها في الحاجة ولا تستغني
عنها في درك ما تنحوه من البغية والارادة
لان الحديث بمنزلة الاساس الذي

جسپر قوم کا اتفاق ہو وے رد کرے جیسے رد کرنا حدیث
مصراۃ[1] کا اور جیسے ساقط کرنا حصہ ذوی القربی[2] کا کیونکہ
حدیث کی رعایت اوجب تر ہے بنسبت رعایت اس
قاعدہ نکالے ہوئے کے اور امام شافعی نے اس بات
کی طرف اشارہ کیا ہے جہان کہا ہے کہ جو کوئی قول میں نے
کہا ہے یا کوئی اصل مقرر کی ہے اور خلاف میرے قول کے
رسول خدا صلعم سے پہونچے تو قول وہی ہے جو آنحضرت
صلعم نے فرمایا۔ اور جس بات کو ہم کہہ رہے ہین
اسکا ایک شاہد وہ کلام ہے جس سے امام ابو سلیمان
خطابی نے اپنی کتاب معالم السنن کو شروع کیا ہے
وہ یون کہتے ہین میں نے اہل علم کو اپنے زمانے مین دیکھا
کہ دو جماعتین ہوئین اور دو فرقون مین منقسم اول
اصحاب حدیث و اثر دوم ارباب فقہ و
نظر اور ان دونون مین ہر واحد اپنی حاجت
مین دوسرے سے جدا نہین اور نہ اپنا مقصد حاصل
کرنے مین اُس سے بے پروا اسلیے کہ حدیث بجائے نیو کے ہے

[1] مصراۃ وہ دودھ کا جانور ہے کہ جسکا دودھ بیچنے وقت نہ دوہا جاوے تاکہ مشتری کو دھوکا ہو اور زیادہ قیمت دیکر خریدے اور حدیث مصراۃ
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایسا جانور خریدے تو اسکے دوہنے کے بعد اختیار [illegible] ہے اسکو رکھے چاہے واپس
کرے اور اسکے ساتھ ایک صاع خرما یا [illegible] دے [illegible] مشتری نے نکالا [illegible]
کیونکہ ضمان چیز کا مثل سے ہوتا ہو یا قیمت سے اور صاع [illegible] اسلیے کہ دودھ تھوڑا ہو یا بہت [illegible] سب صورتون مین [illegible]
ہوتا ہے [illegible] [2] ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم و بنی مطلب [illegible]
[illegible] آنحضرت صلعم نے بعد [illegible] حصہ [illegible] نہین [illegible] سے مذہب [illegible] مختلف ہوے

هو الاصل في الفقه بمنزلة البناء الذي هو
له كالفرع وكل بناء لم يوضع على قاعدة
اساس فهو منهدم وكل اساس خلا عن بناء
وعمارة فهو قفر وخراب ووجدت هذين
الفريقين على ما بينهم من التداني في المحلين
والتقارب في المنزلين وعموم الحاجة من
بعضهم الى بعض وشمول الفاقة اللازمة
لكل منهم الى صاحبه اخوانا متهاجرين وعلى
سبيل الحق بلزوم التناصر والتعاون
غير متظاهرين فاما هذه الطبقة الذين
هم اهل الحديث والاثر فان الاكثرين
منهم انما همهم الروايات وجمع الطرق وطلب
الغريب الشاذ من الحديث الذي اكثره
موضوع او مقلوب لا يراعون المتون ولا
يتفهمون المعاني ولا يستنبطون سيرها ولا
يستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء
وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة
السنن لا يعلمون انهم عن مبلغ ما اوتوه من
العلم قاصرون وبسوء القول فيهم آثمون واما
الطبقة الاخرى وهم اهل الفقه والنظر فان
اكثرهم لا يعرجون من الحديث الا على

جو اصل ہے اور فقہ بجائے عمارت کے ہے جو اصل کیلیے
بجائے شاخ کے ہے اور جو عمارت کسی نیو کی جڑ پر نہین
رکھی جاتی وہ منہدم ہوتی ہے اور جو بنیاد عمارت سے
خالی ہوتی ہے وہ بیابان اور ویران ہے اور مین نے ان
دونون فرقونکو جنکے مرتبے ایسے پاس اور منزلت ایسے
قریب اور حاجت ایک دوسرے کو عام اور ضرورت ہر ایک کی
دوسرے کو لگی ہوئی ہے ایسے بھائی پائے کہ آپسمین ہجرت
کرتے ہین اور اُنکو جو راہ حق مین لازم ہے چھوٹے ہوئے ہین ایک دوسرے
کی پشتی نہین کرتے۔ طبقہ اہل حدیث واثر کا حال
یہ ہے کہ اُنمین اکثر کی کوشش روایتون کا بیان کرنا
اور سندون کو اکٹھا کرنا اور غریب اور شاذ کو اُس
حدیث سے تلاش کرنا ہے جسکا اکثر موضوع یا مقلوب ہے
یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرین اور نہ معانی
کو سمجھین اور نہ اُنکے راز کو استنباط کرین اور
نہ اُنکے دفینہ اور فقہ کو نکالین اور بعض اوقات
فقہا پر عیب لگا دین اور طعن سے اُنکو برا کہین
اور اُنپر مخالفت سنت کا دعوے کرین اور نہین
جانتے کہ جس قدر علم فقہا کو دیا گیا وہ خود اُس سے
قاصر ہین اور فقہا کے برا کہنے سے گنہگار ہوتے
ہین۔ اور دوسرے طبقہ اہل فقہ ونظر کا یہ حال
ہے کہ اُنمین سے اکثر حدیث کی طرف کمتر ہی

اقله ولا يكادون يميزون صحيحه من
سقيمه ولا يعرفون جيده عن رديه لا يعبؤن
بما بلغهم منه ان يحتجوا به على خصومهم اذا
وافق مذاهبهم التى ينتحلونها ووافق اراءهم
التى يعتقدونها وقد اصطلحوا على مواضعة
بينهم فى قبول الخبر الضعيف والحديث المنقطع
اذا كان ذلك قد اشتهر عندهم وتعاورته
الالسن فيما بينهم من غير ثبت فيه او يقين
علم به فكان ذلك زلة من الراى وغبن فيه
وهؤلاء وفقنا الله واياهم لو حكى لهم عن
واحد من رؤساء مذاهبهم وزعماء نحلهم
قول يقوله باجتهاده من قبل نفسه
طلبوا فيه الثقة واستبرؤا له العهدة
فتجد اصحاب مالك لا يعتمدون فى مذهبه
الا ما كان من رواية ابن القاسم والاشهب
وضربائهما من نبلاء اصحابه فاذا جاءت
رواية عبد الله بن عبد الحكم واضرابه لم
يكن عندهم طائلا وترى اصحاب ابى
حنيفة لا يقبلون من الرواية عنه الا ما حكاه
ابو يوسف ومحمد بن الحسن والعلية من
اصحابه الاجلة من تلامذته فان جاء

سیل کرتے ہین نہ صحیح کو ضعیف سے جدا کرین اور کھرے
کو کھوٹے سے پہچانتے ہین اور جو حدیث انکو پہنچتی ہے اوس سے
مخالف پر حجت لانیکی پروا نہین کرتے بشرطیکہ جن مذاہب
کے وہ پابند ہین حدیث مذکور انکے موافق ہو اور نیز انکے
راویون کے مطابق جنکے وہ معتقد ہین اور آپسمین اس
قرارداد پر اصطلاح ٹھیرائی کہ خبر ضعیف اور حدیث منقطع
اُسوقت پذیرا ہوگی کہ ہمارے اصحاب کے پاس مشہور
اور اُنکے درمیان زبانون پر مذکور ہو گو کوئی پختگی یا علم
یقین اسمین نہو تو یہ اصطلاح رائے کی لغزش اور جہالت
ہے اور اگر ان لوگون کے سامنے خدا ہمکو اور انکو توفیق
عنایت فرماوے اُنکے مذہب کے کسی رئیس اور ملت کے
کسی عظیم کا ایسا قول نقل کیا جاے کہ اُسنے خاص اپنے
اجتہاد سے اسکو کہا ہو تو تحسین راوی ثقہ کی تفتیش کرتے
ہین اور اُس سے بری الذمہ ہوا چاہتے ہین مثلاً مالکیون کو
دیکھوگے کہ امام مالک کے مذہب مین وہی معتبر جانینگے
جو ابن قاسم اور اشہب اور اُن جیسے بڑے بڑے اصحاب مالک
کی روایت ہو اور اگر کوئی روایت عبد اللہ بن عبد الحکم اور
اُسکے ہمسرون سے آجاوے تو اُنکے نزدیک معتبر نہوگی اور
ایسے ہی امام ابو حنیفہ کے تابعین وہی روایت امام کی قبول کرتے
ہین جسکو ابو یوسف اور محمد بن حسن اور امام کے بڑے شاگردون اور
جلیل تلامذہ نے نقل کیا ہو اور اگر اُنکے پاس کوئی روایت

هم عن الحسن بن زياد اللؤلؤي ودونه
رواية قول بخلافه لم يقبلوه ولم يعتمدوه
وكذلك تجد اصحاب الشافعي لا يعولون من مذهبه الا على رواية
المزني والربيع بن سليمان المرادي فاذا
جاءت رواية حرملة والبحتري وامثاله
لم يلتفتوا اليها ولم يعتدوا في اقاويله على
هذا عادة كل فرقة من العلماء في احكام
مذاهب ائمتهم واستاذيهم فاذا كان
هذا دابهم وكانوا لا يقتنعون في امر هذه
الفروع وروايتها عن هولاء الشيوخ الا
بالوثيقة والثبت فكيف يجوز لهم ان يتساهلوا
في الامر الاهم والخطب الاعظم وان
يتواكلوا الرواية والنقل عن امام الائمة
ورسول رب العزة الواجب حكمه اللازمة
طاعته الذي يجب علينا التسليم لحكمه
والانقياد لامره من حيث لا نجد في
انفسنا حرجا مما قضاه ولا في صدورنا
غلا من شيء ابرمه وامضاه ارأيتم اذا
كان للرجل ان يتساهل في امر نفسه
ويسامح غرماءه في حقه فياخذ منهم
الزيف ويقضي لهم من لا عيب هل

حسن بن زیاد لولوئی اور اُس سے کمتر شخص کے
آوے جو پہلی روایت کی خلاف ہو تو اسکو پذیرا اور معتمد
نرکھینگے - اور ایسے ہی امام شافعی کے تابعین
کو دیکھوگے کہ شافعیہ کے مذہب مین
صرف مزنی اور ربیع بن سلیمان مرادی کی روایت
کو معتبر سمجھتے ہین اور اگر کوئی روایت حرملہ اور بحتری اور
ان جیسون کی آوے تو اُنکی طرف التفات نہین کرتے
اور نہ اقوال شافعی مین اُنکو شمار کرین اسیطرح علما کے ہر فرقہ
کی عادت اپنے امامون اور استادون کے احکام مین ہے
اور جس صورت مین کہ ان لوگون کا دستور اور قاعدہ ان
فروعات کے معاملہ مین اور اپنے استادون سے انکے مروی
ہونے مین یہہ ہو کہ بدون اعتماد اور پختگی کے اکتفا نہین کرتے
تو اُنکو کیسے جائز ہوگا کہ امر ضروری اور بھاری کام
مین سُستی کرین اور روایت اور نقل امامون کی امام
اور رسول رب العزت کو دوسرون پر چھوڑین جس
رسول کے حکم کو ماننا اور اُنکی فرمانبرداری ہمپر ایسی طرح
واجب ہے کہ جس بات کا وہ حکم کردین اُس سے
اپنے دلون مین تنگی نپائین اور جس حکم کو وہ نافذ اور
جاری فرمائین اُس سے ہمارے سینون مین کچھ کینہ نہو
بھلا دیکھو تو جب آدمی اپنے معاملہ مین سُستی کرے اور
اپنے قرضخواہون سے اپنے حق مین چشم پوشی کرے یعنے
اُنسے کھوٹے دام قرض لے اور بے عیب دام اُنکو ادا کرے

يجوز له ان يفعل ذلك في حق غيره اذا
كان نائبا عنه كولى الضعيف ووصى
اليتيم ووكيل الغائب وهل يكون له
ذلك منه اذا فعله الا خيانة للعهد ونقضا
اللذمة فهذا هو ذلك اما عيان خبر واما عيانا
مثل ولكن اقواما عسر عليهم استوعروا طريق
الحق واستطالوا المدة في درك الحظ و
احبوا عجالة النيل فاختصروا طريق العلم
واقتصروا على نتف وحروف منتزعة من
معانی اصول الفقه سموها عللا وجعلوها
شعارا لانفسهم في الترسم برسم العلم
واخذوها جنة عند لقاء خصومهم
ونصبوها دريئة للخوض والجدال
يتناظرون بها ويتلاطمون عليها وعند
التصادر عنها قد حكم للغالب بالحذق
والتبريز فهو الفقيه المذكور في عصره
والرئيس المعظم في بلده ومصره هذا
وقد دس لهم الشيطان حيلة لطيفة
وبلغ منهم مكيدة بليغة فقال لهم هذا
الذي في ايديكم علم قصير وبضاعة
مزجاة لا تفي بمبلغ الحاجة والكفاية

تو ایسے آدمی کو کہین جائز ہو کہ یہ بات دوسرے کے
حق مین کرے جسکی طرف سے نائب ہو مثلاً کسی ضعیف کا
ولی اور یتیم کا وصی اور غائب کا وکیل ہو یہ بات اسکو
ہرگز جایز نہوگی اور اگر ایسا کریگا تو بجز اسکے کہ فعل
عہد مین خیانت کرتا اور ذمہ کو توڑتا ہوا اور کیا ہوگا -
پس صورت وہی ہے خواہ آنکھ سے دیکھو یا دل سے پرکھو
لیکن کچھ لوگون نے شاید طریق حق کو مشکل جانا اور بہرہ یابی
پانے کی مدت دراز سمجھی اور مقصود حاصل کرنے مین جلدی
پسند کی اس غرض سے طریق علم کو مختصر کیا اور چند امور پر
اکتفا کیا اور کچھ باتین معانی اصول فقہ سے نکال کر انکا
نام علل رکھا اور علم کے پانچون سوارون مین داخل ہونے
کے لیے ان باتون کو پہنی پہچان مقرر کی اور مخالفون کے
مقابلے کے وقت انکو سپر کیا اور جنگ و جدال مین انکو
ٹٹی بنایا کہ انہی سے باہم مناظرہ کرتے ہین اور انہی
دھپا دُکی ہوتی ہے اور ان باتون کے مناظرے سے پھرنے
کے وقت جو غالب رہتا ہو اسپر زیرکی اور فوقیت کا حکم
لگتا ہے یعنے اپنے وقت مین فقیہ مشہور اور اپنے شہر مین
بڑا رئیس وہی ہے اور اسپر طرہ یہ ہے کہ شیطان نے
چپکے سے ایک لطیف حیلہ انکے لیے نکالا اور
اسنے بڑا داو کھیلا یعنے اسنے کہا کہ جو کچھ تمہارے
پاس ہے یہ علم کم اور متاع کاسد ہے حاجت اور کفایت کو

فاستعينوا عليه بالكلام وصلوه بالمقطعات منه واستظهروا باصول المتكلمين يتسع للمرء مذهب الخوض في مجال النظر فصدق عليهم ابليس ظنه واطاعه كثير منهم واتبعوه الا فريقا من المؤمنين فيا للرجال والعقول اين يذهب بهم واني يخدعهم الشيطان عن حظهم وموضع رشدهم والله المستعان انتهى كلام الخطابي۔

باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبيان سبب الاختلاف بين الاوائل والاواخر في الانتساب الى مذهب من المذاهب وعدمه وبيان سبب الاختلاف بين العلماء في كونهم من اهل الاجتهاد المطلق او اهل الاجتهاد في المذهب والفرق بين هاتين المنزلتين

واعلم ان الناس كانوا في المائة الاولى والثانية غير مجتمعين على التقليد لمذهب واحد بعينه قال ابو طالب المكي في قوت القلوب ان الكتب والمجموعات محدثة والقول بمقالات الناس والفتيا بمذهب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحكاية له في كل شيء والتفقه على مذهبه لم يكن الناس قديما على ذلك

واقفی نہین اسپر علم کلام کی مدد لو اور کچھ علم کلام مین گانٹھو اور متکلمین کے اصول سے قوت بہم پہونچاؤ تاکہ آدمی کو غور کی راہ اور فکر کے جولان گاہ کھلے غرض کہ شیطان نے اپنا خیال اُنپر سچا کر دیا اور مومنون کی ایک فریق کے سوا بہتون نے اُسکی اطاعت اور پیروی کی ہمسکو مردون اور انکی عقلون سے حیرت ہے کہ شیطان انکو کہان لے جاتا ہے اور بیہودا فی اور مقام ہدایت سے کہان بہکاتا ہے اور اللہ ہی سے مدد کار ہے پورا ہوا کلام خطابی کا۔

باب ان لوگون کے حال کے ذکر مین جو چوتھی صدی سے پیشتر ہوئی اور اُس اختلاف کے سبب کے بیان مین جو پہلون اور پچھلون مین کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے اور نہونے مین ہوا اور نیز علما کے اُس اختلاف کے سبب کے بیان مین کہ بعض مجتہد مطلق تھے اور بعض مجتہد فی المذہب اور ان دونو مرتبون کے فرق کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ پہلی اور دوسری صدی مین لوگ ایک مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے چنانچہ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا ہے کہ کتابین اور مجموعی سب نئی نکلی ہوئی ہین اور لوگون کے اقوال کا بیان کرنا اور ایک شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اور اُسکے قول کو اختیار کرنا اور ہر چیز مین اُسکی نقل کرنی اور اُسکے مذہب پر اعتماد کرنا

فی القرنین الاول والثانی انهم بل کان الناس
علی درجتین العلماء والعامة وکان
من خبر العامة انهم کانوا فی المسائل
الاجماعیة التی لا اختلاف فیها بین المسلمین
او بین جمهور المجتهدین لا یقلدون الا صاحب
الشرع وکانوا یتعلمون صفة الوضؤ و
الغسل واحکام الصلوة والزکوة ونحو ذلك
من اباءهم او معلمی بلادهم فیمشون علی ذلك
واذا وقعت لهم واقعة نادرة استفتوا فیها
ای مفت وجدوا من غیر تعین مذهب قال ابن
الهمام فی اخر التحریر کانوا یستفتون مرة واحدا
او مرة غیره غیر ملتزمین مفتیا واحدا
واما العلماء فکانوا علی مرتبتین منهم
من امعن فی تتبع الکتاب والسنة والاثار
حتی حصل له بالقوة القریبة من الفعل
ملکة ان یتصدی مفتیا فی الناس یجیبهم فی
الوقائع غالبا بحیث یکون جوابه اکثر مما
یتوقف فیه ویختص باسم المجتهد المطلق
وهذا الاستعداد یحصل تارة باستفراغ
الجهد فی جمع الروایات فانه ورد کثیر من
الاحکام فی احادیث وکثیر منها فی اثار الصحابة

اول اور دوم قرنومین لوگون کا دستور نہ تھا تمام ہوا
قول ابو طالب کا - بلکہ لوگ اُسیوقت دو طرح پر تھے
علما اور عوام - عوام کا یہ حال تھا کہ مسائل اتفاقیہ مین
جنمین مسلمانون کے اندر یا جمہور مجتہدین کے درمیان
اختلاف نہ تھا بجز شارع کے اور کسی کی تقلید نہین کرتے
تھے اور کیفیت وضو اور غسل کی اور نماز اور زکوۃ
وغیرہ کے احکام اپنے باپ دادون یا اپنے شہرون کے
پڑھانیوالون سے سیکھ لیتے تھے اور اُسی پر چلتے تھے
اور جب کوئی حادثہ اجنبی واقع ہوتا اُسکے بارہ مین
جس مفتی کو پاتے بدون تعین مذہب کے پوچھ لیتے
ابن ہمام نے آخر تحریر مین کہا ہو کہ کبھی ایک شخص سے
پوچھتے اور کبھی دوسرے سے التزام ایک مفتی کا
نکرتے فقط - اور علما دو قسم کے تھے ایک وہ عالم
جنھون نے قرآن اور سنت اور آثار کی جستجو مین
اتنا غور کیا کہ اُنکو یا قوۃ جسکو بالفعل کہنا چاہیئے ایسی
استعداد حاصل ہوئی کہ لوگون مین مفتی مقرر ہو جاوین
کہ اکثر معاملات مین اُنکو جواب دین اسطرح پر کہ جواب
دینا توقف کرنیکی نسبت زیادہ ہو یہ لوگ مجتہد مطلق کے
نام سے خاص تھے اور یہ استعداد کبھی اسطرح پر حاصل
ہوتی ہو کہ روایتون کے جمع کرنے مین خوب کوشش لیوے
کیونکہ بہت سے احکام احادیث مین ہین اور بہت سے آثار صحابہ

والتابعين وتبع التابعين مع ما لا يفتقر
عنه العاقل العارف باللغة من معرفة
مواقع الكلام وصنائع العلم بالآثار من معرفة
طرق الجمع بين المختلفات وترتيب الدلائل ونحو
ذلك كحال الامامين القدوتين احمد بن
محمد بن حنبل واسحق بن راهويه وتارة
باحكام طرق التخريج وضبط الاصول المروية
في كل باب باب عن مشائخ الفقه من
الضوابط والقواعد مع جملة صالحة من
السنن والآثار كحال الامامين القدوتين
ابي يوسف ومحمد بن الحسن رض عنهم من حصل
له من معرفة القرآن والسنن ما يتمكن به من
معرفة رؤس الفقه وامهات مسائله بادلتها
التفصيلية وحصل له من غالب الرائي
ببعض المسائل الاخرى من ادلتها وتوقف
في بعضها واحتاج في ذلك الى مشاورة
العلماء لانه لم يتكمل له الادوات كما
يتكامل للمجتهد المطلق فهو مجتهد في
البعض غير مجتهد في البعض وقد تواتر
عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا
بلغهم الحديث يعملون به من غير ان

اور تابعین اور تبع تابعین مین آسکے ساتھ ہی یہ ہو
کہ عاقل زبان دان موقع کلام کو اور آثار کا جاننے والا
طریق مطابقت مختلف حدیثون کے درمیان اور
ترتیب دلایل وغیرہ کو برابر پہچان لیتا ہو جیسے دو
امام پیشوا احمد بن محمد بن حنبل اور اسحق بن راہویہ
کا حال ہو اور کبھی استعداد مذکور تخریج کے طریقون
کو مستحکم کرنے اور اُن ضوابط اور قواعد کو یاد کرنے
سے ہوتی ہو جو ہر باب مین جدا جدا فقہ کے مشایخ
سے مروی ہین جنکے ساتھ سنن اور آثار کا ایک
لایق مجموعہ محفوظ ہو جیسے حال دو امامون پیشوا
ابو یوسف اور محمد بن حسن کا ہو۔ دوسرے دو
عالم تھے جنکو قرآن اور حدیث اسقدر معلوم
تھے کہ اُس سے فقہ کی جڑ اور اُسکے اصلی
مسائل تفصیلی دلیلون کے ساتھ پہچان سکین اور
بعض مسائل پر دلیل کے ساتھ غالب رے حاصل
ہو جاوے اور بعض مسائل مین توقف کرین اور
علما کے مشورہ کے محتاج ہون کیونکہ اُنکے پاس پورے
سامان نہین جیسے مجتہد مطلق کے پاس ہوتے
ہین تو اس قسم کے عالم بعض مسایل مین مجتہد اور
بعض مین غیر مجتہد ہوے۔ اور صحابہ اور تابعین سے
بتواتر ثابت ہو کہ جب اُنکو کوئی حدیث پہونچتی تو بدون

يحتاطوا احتياطا وبعد المائتين ظهر فيهم
التمذهب للمجتهدين بأعيانهم وقل من
كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه
وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان وسبب
ذلك ان المشتغل بالفقه لا يخلو عن حالتين
احدهما ان يكون اكبر همه معرفة المسائل
التي قد اجاب فيها المجتهدون من قبل من
ادلتها التفصيلية ونقدها وتنقيح مأخذها
وترجيح بعضها على بعض وهذا امر جليل
لا يتم له الا بامام يتأسى به قد كفى مؤنة
فرش المسائل وايراد الدلائل في كل
باب باب فيستعين به في ذلك ثم
يستقل بالنقد والترجيح ولولا هذا الامام
صعب عليه ولا معنى لارتكاب امر صعب
مع امكان الامر السهل ولا بد لهذا المقتدي
ان يستحسن شيئا مما سبق اليه امامه
ويستدرك عليه شيئا فان كان استدراكه
اقل من موافقته عد من اصحاب الوجوه
في المذهب وان كان اكثر لم يعد تفرده
وجها في المذهب وكان مع ذلك منتسبا
الى صاحب المذهب في الجملة ممتازا

لحاظ کسی شرط کے وہ اسپر عمل کر لیتے اور بعد دو صدیوں کے
لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور ایسے کم
آدمی تھے کہ مجتہد معین کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور
اسوقت میں پابندی مذہب معین کی واجب ہو گئی اور اسکا سبب یہ
کہ فقہ میں مشغول ہونیوالا دو حال سے خالی نہیں اول یہ کہ
اسکا بڑا مطلب ان مسائل کا پہچاننا ہو جنکا جواب پہلے تفصیلی
دلیلوں سے مجتہد دے چکے ہیں اور نیز مسائل کا پرکھنا اور انکے
ماخذ کی تحقیق اور انمیں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا منظور ہو اور
یہ کام ایسا بڑا ہے کہ بدون اقتدا کسی ایسے امام کے جسکی پیروی کیجاتی ہو پورا نہیں ہو سکتا جسنے
مسائل کے پھیلانے اور دلائل کی شقوں سے ہر باب میں فارغ کر دیا ہو
تاکہ وہ اس باب میں اس امام کے قول سے مدد لے پھر پرکھنے
اور ترجیح میں مشغول ہو اور اگر بالفرض امام نہ ہوتا تو اسپر یہ امر
دشوار ہوتا اور ظاہر ہے کہ سہل بات کے ہوتے ہوئے دشوار کام کو
اختیار کرنا بیفائدہ ہے اور ضرور ہے کہ مقتدی ان باتوں میں
کہ اسکا امام پہلے کہہ چکا ہے کچھ باتوں کو اچھا کہے اور کچھ میں
اسکے خلاف کرے اگر اسکا خلاف بہ نسبت موافقت کے
کم ہوگا تو یہ شخص مذہب کے اصحاب وجوہ میں سے شمار کیا جاویگا اور
اگر خلاف زیادہ ہوگا تو اسکا تنہا ہونا مذہب میں وجہ نگنی جاویگی
اور باوجود اسکے فی الجملہ صاحب مذہب کی طرف منسوب رہیگا
اور ان لوگوں سے جنھوں نے دوسرے امام کا اقتدا کیا ہے
بہت سے اصول اور فروع میں کیا ہو ممتاز رہیگا

عمن ايتسى بامام آخر في كثير من اصول
مذهبه وفروعه ويوجد لمثل هذا بعض
مجتهدات لم يسبق بالجواب فيها اذ الوقائع
متتالية والباب مفتوح فياخذها من
الكتاب والسنة وآثار السلف من غير
اعتماد على امامه ولكنها قليلة بالنسبة
الى ما سبق بالجواب فيه وهذا هو المجتهد
المطلق المنتسب وثانيهما ان يكون اكبر همه
معرفة المسائل التي يستفتيه المستفتون
مما لم يتكلم فيه المتقدمون وحاجته الى امام
يأتسى به في الاصول الممهدة في كل باب
باب اشد من حاجة الاول لان مسائل
الفقه متعانقة متشابكة فروعها
يتعلق بامهاتها فلو ابتدأ هذا بنقد
مذاهبهم وتنقيح اقوالهم لكان ملتزما
لما لا يطيقه ولا يتفرغ منه طول عمره
فلا سبيل له الى ما يهمه الا ان يحمل
النظر فيما سبق فيه ويتفرغ للتفاريع و
قد يوجد لمثل هذا استدلالات على
امامه بالكتاب والسنة وآثار السلف
والقياس لكنها قليلة بالنسبة الى موافقاته

اور اس جیسے شخص کے بعض اجتہادی مسائل ایسے
پائے جاینگے کہ انکا جواب پہلے نہوا ہو کیونکہ معاملات
پیاپے ہوتے رہتے ہیں اور اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے
ایسے مسائل کا جواب وہ شخص قرآن اور حدیث اور آثار
سلف سے بدون اعتماد کے اپنے امام پر نکالتا ہے لیکن
ایسے مسائل بہ نسبت ان مسائل کے جنکا جواب پہلے
ہو چکا ہے کم ہوتے ہیں اور ایسا شخص مجتہد مطلق منتسب ہے۔
دوسرا اصل شغل الفقہ کا یہ کہ اسکی بڑی غرض ان
مسائل کا بیان کرنا ہو جنکو فتوی پوچھنے والے دریافت
کرتے ہیں جنمیں پہلے لوگوں نے کچھ نہیں کہا، اور اس
شخص کو بہ نسبت پہلے شخص کے ایک ایسے امام کی بہت
ضرورت ہے کہ اسکا اقتدا ان اصول میں کرے جو ہر ہر
باب میں مرتب ہو چکی ہیں کیونکہ فقہ کے مسائل ایک
دوسرے سے خوشہ اور جال کیطرح ہیں اور انکے فروع اپنے
اصول سے وابستہ ہیں تو اگر یہ شخص پہلے انکے مذاہب کا
اور تنقیح انکے اقوال کی از سر نو شروع کرتا تو ایسی چیز اپنے ذمہ
لیتا جسکی طاقت اسکو نہ تھی اور ساری عمر اس سے فارغ
ہوتا اس لیے اسکو اپنے مطلوب کی راہ بجز اسکے نہیں کہ جن
مسائل کے جواب ہو چکے ہیں انہیں غور کرے اور تفریعات کیلئے فارغ ہو بیٹھے
اور بعض اوقات ایسا شخص بھی قرآن و حدیث اور آثار سلف اور
قیاس سے اپنے امام کا استدلال کرتا ہے لیکن اسکی خلاف فی مسائل نسبت موافقت

وهذا هو المجتهد في المذهب اما الحالة الثالثة
وهي ان يستفرغ جهده اولا في معرفة ادلة
ماسبق اليه ثم يستفرغ جهده ثانيا في
التفريع على ما اختاره واستحسنه فهي
حالة بعيدة غير واقعة لبعد العهد
عن زمان الوحي واحتياج كل عالم
في كثير مما لابد له في علمه الى من مضى
من رواية الاحاديث على تشعب متونها
وطرقها ومعرفة مراتب الرجال ومراتب
صحة الحديث وضعفه وجمع ما اختلف
من الاحاديث والآثار والتنبه لمأخذ
الفقه منها ومن معرفة غريب اللغة
واصول الفقه ومن رواية المسائل
التي سبق التكلم فيها من المتقدمين
مع كثرتها جدا وتباينها واختلافها و
من توجيه افكاره في تمييز تلك الروايات
وعرضها على الادلة فاذا انفد عمره في
ذلك كيف يوفي حق التفاريع بعد ذلك
والنفس الانسانية وان كانت زكية
لها حد معلوم تعجز عما وراءها وانما كان هذا
ميسرا للطراز الاول من المجتهدين حيث

مسائل کے کہے ہوئے ہین اور یہ شخص مجتہد فی المذہب ہی
اور تیسری حالت یہ ہی کہ عالم اول ہمہ تن کوشش اس
بات مین کرے کہ جن مسائل کے جواب پہلے ہوچکے ہین
انکی دلیلین پہچانے دوسرے کمانیغی کوشش کرے کہ جس بات کو
مختار اور اچھا سمجھا ہی اسپر تفریع نکالے یہ حالت بعید از
عقل اور غیر متحقق ہی اس لیے کہ وحی کا زمانہ دور پڑ گیا
اور ہر عالم کو بہت سی باتون مین کہ اُسکے علم مین ضروری
ہین سلف گذشتہ کی حاجت ہی مثلاً روایت کرنا احادیث کا
باوجود متفرق ہونے الفاظ اور اسنادون کے اور راویون کے
مرتبون کا پہچاننا اور حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونیکے مرتب
کو علوم کرنا اور احادیث اور آثار مختلف مین مطابقت دینا
اور اُنہین سے ماخذ فقہ پر واقف ہونا اور مشکل الفاظ اور
اصول فقہ کو پہچاننا اور اُن مسائل کا روایت کرنا
جنمین پہلے لوگ کلام کر چکے ہین حالانکہ یہ مسائل نہایت
کثرت سے اور ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہین اور
اپنی فکرون کو ان روایات کے امتیاز کرنے اور دلیلون
پر پیش کرنے کی طرف متوجہ کرنا کہ اگر اپنی تمام عمر ان ہی
باتون مین صرف کرے تو اُسکے بعد تفریعات کا حق
کیسے پورا کریگا اور نفس انسانی کے لیے گو تیز فہم ہو ایک
تعین حد ہی کہ اُس سے باہر عمل کرنے سے عاجز ہی ان
یہ بات مجتہدین نقش اول کے لیے حاصل تھی

كان العهد قريبا والعلوم غير متشعبة
على انه لم يتيسر ذلك ايضا الا لنفوس قليلة
وهم مع ذلك كانوا مقتدين لمشائخهم
معتمدين عليهم ولكن لكثرة تصرفاتهم في
العلم صاروا مستقلين وبالجملة فالتمذهب
للمجتهدين سر الهمه الله تعالى العلماء
وجمعهم عليه من حيث يشعرون اولا
يشعرون ومن شواهد ما ذكرناه كلام
الفقيه ابن زياد الشافعي اليمنى في فتاواه
حيث سئل عن مسئلتين اجاب فيهما
البلقينى بخلاف مذهب الشافعي فقال
في الجواب انك لا تعرف توجيه كلام البلقينى
ما لم تعرف درجته في العلم فانه امام مجتهد
مطلق منتسب غير مستقل من اهل
التخريج والترجيح واعنى بالمطلق المنتسب من
له اختيار وترجيح يخالف الراجح في مذهب
الامام الذى ينتسب اليه وهذا حال كثير
من جهابذة اكابر اصحاب الشافعي من
المتقدمين والمتاخرين وسياتى ذكرهم
وترتيب درجاتهم وممن نظم البلقينى
في سلك المجتهدين المطلقين المنتسبين

کیونکہ وحی کا زمانہ قریب تھا اور علوم بھی شاخ در شاخ
نہ تھے علاوہ اسکے اس وقت میں بھی صرف تھوڑے ہی
شخصوں کو میسر ہوا اور وہ اشخاص باینہمہ اپنے مشائخ
کے مقتدی تھے اور اُن ہی پر اعتماد رکھتے تھے لیکن
علم میں کثرت تصرفات کی وجہ سے خود مستقل ہو گئے تھے
حاصل یہ کہ مذہب مجتہدین کی پابندی ایک راز ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے علما کے دلمیں ڈالا اور اُسپر انکو متفق کیا خواہ وہ سمجھیں
خواہ نہ سمجھیں اور ہماری تقریر کا مؤید فقیہ ابن زیاد
شافعی یمنی کا کلام اُنکے فتاویٰ میں ہے کہ جب اُنسے دو مسئلوں کا
حال پوچھا گیا جنمیں بلقینی نے مذہب شافعی کے
خلاف جواب دیا تھا تو ابن زیاد نے جواب میں تقریر
ذیل لکھی - کہ جب تک تمکو بلقینی کا درجہ علم میں معلوم نہوگا
تب تک اُنکے کلام کی توجیہ نسمجھ سکو گے جان رکھو کہ بلقینی امام
مجتہد مطلق منتسب غیر مستقل تخریج اور ترجیح والوں میں سے
ہیں - اور میری غرض مطلق منتسب سے وہ شخص ہے کہ جسکو
امام کی طرف وہ منسوب ہے اُسکے مذہب میں اختیار اور
ترجیح رکھتا ہو کہ قول راجح کی مخالفت کرے اور یہ حال بہتسے
بڑے بڑے نامور اصحاب شافعی کا پہلوں
اور پچھلوں میں سے ہے اور اُنکا ذکر اور اُنکے
درجات کی ترتیب عنقریب آئیگی اور جن
لوگوں نے بلقینی کو مجتہد مطلق منتسب کے

سلہ [illegible]

تلميذه الولى ابو زرعة فقال قلت مرة
لشيخنا الامام البلقينى مايقصر بالشيخ
تقى الدين السبكى عن الاجتهاد وقد استكمل
آلته وكيف يقلد قال ولم اذكره اى شيخه
البلقينى استحياء منه لما اردت ان ارتب
على ذلك فسكت فقلت فما عندى ان
الامتناع من ذلك ماهو الا للوظائف التى
قدرت للفقهاء على المذاهب الاربعة و
ان من خرج عن ذلك واجتهد لم ينله شئ
من ذلك وحرم ولاية القضاء وامتنع
الناس من استفتائه ونسب للبدعة
فتبسم ووافقنى على ذلك انتهى قلت اما
انا فلا اعتقد ان المانع لهم من الاجتهاد ما
اشار اليه حاشا منصبهم العلى عن ذلك
وان يتركوا الاجتهاد مع قدرتهم عليه
لغرض القضاء والاسباب هذا ما لا يحل
لاحد ان يعتقده فيهم وقد تقدم ان الصحيح
عند الجمهور وجوب الاجتهاد فى مثل
ذلك وكيف ساغ للولى نسبتهم الى ذلك
ونسبة البلقينى الى موافقته على ذلك

زمرہ مین داخل کیا ہو مین سے بلقینی کا شاگرد ولی الدین
ہے وہ کہتا ہو کہ مین نے ایکبار اپنے استاد امام بلقینی سے
کہا کہ کیا وجہ کہ شیخ تقی الدین سبکی اجتہاد سے کوتاہی کرتے
ہین حالانکہ مجتہد ہونیکا سامان سب پورا کر لیا ہو تو وہ تقلید
کیون کرتے ہین اور مین نے مارے شرم کے خود استاد بلقینی
کا نام نہ لیا کیونکہ مجھے منظور تھا کہ اجتہاد کرنے پر کچھ سخت
بات مرتب کرونگا امام بلقینی خاموش ہو گئے تب مین نے کہا کہ میرے
نزدیک اجتہاد سے باز رہنا صرف ان نوکریون کی جہت سے
ہو جو فقہاے ہر چار مذہب کیلیے مقرر ہین اور جو کوئی
مذہب چارگانہ سے باہر ہوگا اور اجتہاد کریگا اسکو ان وظیفون مین سے
کچھ نہ ملیگا اور عہدہ قضا سے محروم رہیگا اور لوگ اس سے فتوی دریافت
کرنا چھوڑ دینگے اور بدعتی کہلائیگا بلقینی نے تبسم کیا اور اس
بات پر میری موافقت کی پورا ہوا قول ابو زرعہ کا - مین[1]
کہتا ہون کہ میرا یہ اعتقاد نہین کہ جس بات کی طرف ابو زرعہ
نے اشارہ کیا وہ باعث اجتہاد سے ان لوگونکو مانع ہوا انکا
منصب عالی اس سے بری ہو [illegible]
[illegible] قادر ہونیکے عہدہ قضا و ریاست [illegible]
[illegible] ان لوگون کے [illegible]
[illegible]
اجتہاد کرنا واجب ہے اور ابو زرعہ کو [illegible]

[1] یہ قول ابن زیاد شافعی یمنی کا ہے ۱۲

وقد قال الجلال السيوطي في شرح التنبيه
في باب الطلاق ما لفظه وما وقع للائمة
من الاختلاف من تغير الاجتهاد فيصحح
في كل موضع ما ادى اليه اجتهادهم
في ذلك الوقت وقد كان المصنف يعني
صاحب التنبيه من الاجتهاد بالمحل الذي
لا ينكر وصرح غير واحد من الائمة بانه
وابن الصباغ وامام الحرمين والغزالي بلغوا
رتبة الاجتهاد المطلق وما وقع في فتاوى
ابن الصلاح من انهم بلغوا رتبة الاجتهاد
في المذهب دون المطلق فمراده انهم كانت
لهم درجة الاجتهاد المنتسب دون المستقل
وان المطلق يحتوي قسمين كما قرره في كتابه اداب
الفتيا والنووي في شرح المهذب على ان
المستقل قد فقد من راس اربع مائة فلم
يكن وجوده والمنتسب وهو باق الى ان تاتي
اشراط الساعة الكبرى ولا يجوز انقطاعه
شرعا لانه فرض كفاية ومتى قصر
اهل عصر حتى تركوه اثموا كلهم وعصوا
باسرهم كما صرح به الاصحاب منهم
الماوردي في الحاوي والروياني في البحر

حالانکہ جلال الدین سیوطی نے شرح تنبیہ کے باب
الطلاق میں یہ عبارت لکھی ہے جو کچھ ائمہ میں اختلاف
ہوا ہے وہ اجتہاد کی تبدیل سے پس ہر جگہ میں جو
ائمہ تصحیح کرتے ہیں اُسی بات کی کرتے ہیں کہ جو وقت
اُنکا اجتہاد وہاں تک پہونچا ہو اور مصنف یعنی صاحب
تنبیہ اجتہاد کے ایسے مرتبہ پر تھے جسکا انکار نہیں کیا جاتا
اور بہت سے اماموں نے تصریح کی ہے کہ صاحب تنبیہ اور
ابن صباغ اور امام الحرمین اور امام غزالی اجتہاد مطلق کے
مرتبہ پر پہونچ گئے تھے اور فتاوی ابن صلاح میں
جو لکھا ہے کہ یہ لوگ اجتہاد فی المذہب کے مرتبہ پر پہونچے تھے
نہ مطلق پر تو اُسکا مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ درجہ اجتہاد منتسب
رکھتے تھے نہ اجتہاد مستقل اور یہ کہ اجتہاد مطلق کی دو
قسمیں ہیں ایک مستقل دوسرا منتسب جیسا کہ خود اُسنے
اپنی کتاب ادب فتیا میں اور نووی نے شرح مہذب
میں ثابت کیا ہے مستقل تو چوتھی صدی کے شروع سے مفقود
ہو گیا اسکا وجود ممکن نہیں اور منتسب باقی ہے یہانتک کہ علامات
قیامت کبری آویں اور شرعاً اُسکا موقوف ہو جانا جائز
نہیں اسلیے کہ اجتہاد منتسب فرض کفایہ ہے اور جب کسی زمانہ
کے لوگ اُسمیں کوتاہی کریں یہانتک کہ بالکل چھوڑ دیں تو
سب کے سب گنہگار اور عاصی ہونگے چنانچہ اس بات کی تصریح
علمائے کی ہے منجملہ انکے ماوردی نے حاوی میں اور رویانی نے بحر میں

والبغوی فی التهذیب فی غیرهم ولا یتادی هذا
الفرض بالاجتهاد المقید کما صرح به ابن
الصلاح والنووی فی شرح المهذب فی المسئلة
مبسوطة فی کتابنا المسمی بالرد الی من
اخلد الی الارض وجهل ان الاجتهاد فی
کل عصر فرض ولا یخرج هؤلاء عن الاجتهاد
المطلق المنتسب من کونهم شافعیة
کما صرح به النووی و ابن الصلاح فی
الطبقات و تبعه ابن السبکی ولهذا اصنفوا فی
کتب المذهب افتوا وولوا وظائف الشافعیة
کما ولی المصنف و ابن الصباغ تدریس النظامیة
ببغداد وولی امام الحرمین والغزالی
تدریس النظامیة بنیسابور وولی ابن
عبد السلام الجابیة والظاهریة بالقاهرة
وولی ابن دقیق العید الصلاحیة المجاورة
لمشهد امامنا الشافعی والفاضلیة و
الکاملیة وغیر ذلك اما من بلغ رتبة
الاجتهاد المستقل فانه یخرج بذلك عن
کونه شافعیا ولا ینقل اقواله فی کتب

اور بغوی نے تہذیب میں اور دوسرے عالموں نے تصریح
کی ہے اور یہ فرض اجتہاد مقید سے ادا نہیں ہوتا جیسے ابن
صلاح نے اور نووی نے شرح مہذب میں اُسکی تصریح
کی ہے اور یہ مسالہ ہماری کتاب مسمّی[1] بہ رد الی من اخلد الی
الارض وجہل ان الاجتہاد فی کل عصر فرض میں شرح ہے۔
اور یہ لوگ اجتہاد مطلق منتسب کے سبب سے شافعی ہونیسے
باہر نہونگے چنانچہ نووی نے اور طبقات میں ابن
صلاح نے اسکی تصریح کی ہے اور ابن سبکی نے اُسکی
موافقت کی اور یہی وجہ انھوں نے مذہب کی
کتابیں تصنیف کیں اور فتوے دیے اور شافعی وظیفوں
کے متولی کیے گئے مثلاً مصنف اور ابن صباغ کو
تعلیم کی تولیت مدرسہ نظامیہ بغداد ملی اور امام الحرمین
اور امام غزالی کو تعلیم مدرسہ نظامیہ نیشاپور کی تولیت
ہوئی اور ابن عبد السلام قاہرہ کے مدرسہ جابیہ
اور ظاہریہ کا متولی ہوا اور ابن دقیق عید مدرسہ
صلاحیہ کا جو ہمارے امام شافعی کے مقبرہ کے پاس ہے
اور مدرسہ فاضلیہ و کاملیہ وغیرہ کا متولی ہوا۔ اور
جو شخص کہ اجتہاد مستقل کے مرتبہ کو پہونچا وہ
البتہ شافعی ہونے سے نکل گیا اُسکے اقوال

[1] معنی اس نام کے یہ ہیں کہ تردید ایسے شخص کی جو پستی کا راغب ہوا اور یہ نہیں جانتا کہ اجتہاد ہر زمانہ میں
فرض ہے ۱۲

المذهب لا اعلم احدا بلغ هذه الرتبة من
الاصحاب الا ابا جعفر بن جرير الطبري
فانه كان شافعيا ثم استقل بمذهب
ولهذا قال الرافعي وغيره لا يعد تفرده
وجها في المذهب انتهى وهي عندي احسن
مما سلك الولي ابو زرعة الا ان كلامه
يقتضي ان ابن جرير لا يعد شافعيا و
هو مردود فقد قال الرافعي في اول
كتاب الزكوة من الشرح تفرد ابن جرير
لا يعد وجها في مذهبنا وان كان معدودا
في طبقات اصحاب الشافعي قال النووي في
التهذيب ذكره ابو عاصم العبادي في الفقهاء
الشافعية وقال هو من افراد علمائنا و
اخذ فقه الشافعي على الربيع المرادي و
الحسن الزعفراني انتهى ومعنى انتسابه الى
الشافعي انه جرى على طريقته في الاجتهاد
واستقراء الادلة وترتيب بعضها على
بعض ووافق اجتهاده اجتهاده واذا خالف
احيانا لم يبال بالمخالفة ولم يخرج عن
طريقته الا في مسائل وذلك لا يقدح
في دخوله في مذهب الشافعي ومن هذا

مذہب کی کتابوں میں منقول نہیں ہوتے اور میں کسی کو
اصحاب شافعی سے نہیں جانتا کہ وہ اس مرتبہ کو پہونچا ہو
بجز ابو جعفر بن جریر طبری کے کہ وہ شافعی تھا پھر مذہب
میں مستقل ہو گیا اور اسی وجہ سے رافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ اسکا
تنہا ہونا کسی قول میں مذہب کی وجہ شمار نہیں ہوتی سیوطی کا
قول تمام ہوا اور یہ طریق میرے نزدیک اُس سے بہتر ہے جس پر
ولی ابو زرعہ چلا ہے مگر سیوطی کا کلام اس بات کا مقتضی ہے کہ
ابن جریر طبری کو شافعی شمار نہ کیا جائے اور اسکا یہ کلام
مسلم نہیں کیونکہ رافعی نے شروع کتاب الزکوۃ کی شرح میں
کہا ہے کہ تنہا ابن جریر کا قول ہمارے مذہب میں کوئی صورت
نہیں گنی جاتی اگرچہ خود اصحاب شافعی کے طبقات میں شمار
کیا جاتا ہے اور نووی نے تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ ابو عاصم
عبادی نے ابن جریر کو فقہائے شافعیہ میں بیان کیا ہے
اور کہا ہے کہ یہ شخص ہمارے علمائے یگانہ میں سے ہے اُسنے
شافعی کی فقہ ربیع مرادی اور حسن زعفرانی سے سیکھی نووی کا
کلام ختم ہوا اور اُسکے منسوب شافعی ہونیکے یہ معنی ہیں کہ
اجتہاد اور دلیلوں کی تلاش کرنے اور بعض کو بعض پر مرتب
کرنے میں امام شافعی کے طریق پر چلا اور اُسکا اجتہاد امام
کی اجتہاد سے موافق پڑا اور اگر کہیں مخالفت ہوا تو مخالفت
کی پروا نہیں کی اور امام کے طریقہ سے بجز چند مسائل کے خارج
نہیں ہوا اور یہ امر اُسکے شافعی مذہب میں داخل ہونے کا خلل انداز نہیں

القبيل محمد بن اسمعيل البخاري فانه
معدود في طبقات الشافعية وممن ذكره
في طبقات الشافعية الشيخ تاج الدين
السبكي وقال انه تفقه بالحميدي والحميدي
تفقه بالشافعي واستدل شيخنا العلامة
على ادخال البخاري في الشافعية بذكره
في طبقاتهم وكلام النووي الذي ذكرناه
شاهد له وذكر الشيخ تاج الدين السبكي
في طبقاته ما لفظه كل تخريج اطلقه
المخرج اطلاقا فيظر ان ذلك المخرج ان كان
ممن يغلب عليه المذهب والتقليد كالشيخ
ابي حامد والقفال عد من المذهب وان
كان ممن يكثر خروجه كالمحمدين الاربعة
يعني محمد بن جرير ومحمد بن خزيمة ومحمد
ابن نصر المروزي ومحمد بن المنذر فلا يعد
واما المزني وبعده ابن سريج فبين الدرجتين
لم يخرجوا خروج المحمدين ولم يتقيدوا
تقيد العراقيين والخراسانيين انتهى وقد
ذكر السبكي في طبقاته الشيخ ابا الحسن الاشعري
امام اهل السنة والجماعة وقال انه معدود
من الشافعية فانه تفقه بالشيخ ابي اسحق

اور محمد بن اسمعیل بخاری بھی اسی جنس کے ہین کہ وہ
طبقات شافعیہ مین گنی جاتی ہین اور جن لوگون نے انکو
طبقات شافعیہ مین ذکر کیا ہے انہین سے شیخ تاج الدین سبکی
ہین کہ اُسنے کہا ہے کہ بخاری نے فقہ حمیدی سے سیکھی اور
حمیدی نے شافعی سے فقہ سیکھی اور ہمارے اُستاد علامہ نے
بخاری کی شافعیون مین داخل کرنے پر حجت پکڑی ہے کہ
تاج الدین نے انکو طبقات شافعیہ مین ذکر کیا ہے اور نووی کا
کلام جو ہمنے ذکر کیا اس امر کا شاہد ہے اور شیخ تاج الدین سبکی
نے اپنے طبقات مین یہ عبارت لکھی ہے کہ جس تخریج کو کسی
نکالنے والے نے مطلق نکالا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر نکالنے
والا ان لوگون مین سے ہے جنپر مذہب اور تقلید غالب ہے مثل
شیخ ابو حامد غزالی اور قفال کے تو یہ تخریج کرنیوالا مذہب مین
گنا جائیگا اور اگر ان لوگون مین سے ہے کہ بکثرت مذہب سے
خارج رہتے ہین مثل چار محمد یعنی محمد بن جریر اور محمد بن خزیمہ
اور محمد بن نصر مروزی اور محمد بن منذر کے تو مذہب سے خارج ہوگا
اور مزنی اور اُسکے بعد ابن سریج دونون درجون کے بیچ
مین ہین نہ تو چارون محمد کیطرح مذہب سے باہر رہتے ہین اور
نہ عراقیون اور خراسانیون کیطرح مذہب کے مقید رہتے ہین اور
نیز سبکی نے طبقات مین شیخ ابو الحسن اشعری امام اہل سنت
وجماعت کا ذکر کیا ہے کہ وہ شافعیون مین سے گنی جاتی
ہین کیونکہ انھون نے فقہ شیخ ابو اسحق

المروزی انتهی قول ابن زیاد
ومن شواهد ماذکرنا ایضاً ما فی کتاب
الانوار حیث قال والمنتسبون الی مذهب
الشافعی او ابی حنیفة ومالک واحمد اصناف
احدها العوام وتقلیدهم للشافعی متفرع
علی تقلید المنتسب الثانی البالغون الی
رتبة الاجتهاد والمجتهد لا یقلد مجتهداً
وانما ینسبون الیه لجریهم علی طریقته
فی الاجتهاد واستعمال الادلة وترتیب
بعضها علی بعض الثالث المتوسطون
وهم الذین لم یبلغوا رتبة الاجتهاد لکنهم
وقفوا علی اصول الامام وتمکنوا من قیاس
ما لم یجدوه منصوصا علی ما نص علیه لا غیر
مقلدون له وکذا من یاخذ بقولهم من
العوام والمشهور انهم لا یقلدون فی انفسهم
لانهم مقلدون انتهی کلام الانوار فان قلت
کیف یکون شیء واحد غیر واجب فی
زمان وواجبا فی زمان آخر مع ان الشرع
واحد فلیس قولک لم یکن الاقتداء
بالمجتهد المستقل واجبا ثم صار واجبا الا
قولا متناقضا متدافعا قلت الواجب الاصلی

مروزی سے یعنی ابن زیاد کا قول پورا ہوا۔
اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہے اسکا ایک شاہد مضمون کتاب
انوار بھی ہے کہ اسکا مولف کہتا ہے کہ جو لوگ مذہب امام شافعی و
ابوحنیفہ و امام مالک و امام احمد کی طرف منسوب ہیں انکی
چند قسمیں ہیں۔ اول عوام اور انکا شافعی کی
تقلید کرنا مجتہد منتسب کی تقلید پر متفرع ہے۔ دوم وہ
لوگ جو اجتہاد کے مرتبہ پر پہونچے ہیں اور مجتہد کسی دوسرے
مجتہد کی تقلید نہیں کیا کرتا اور ایسے لوگ دوسرے کی طرف
منسوب اس لیے ہوتے ہیں کہ اجتہاد کرنے اور دلیلوں کے
عمل میں لانے اور بعض کو بعض پر ترتیب کرنے میں اس دوسرے
کے طریق پر چلتے ہیں سوم درمیانی لوگ جو رتبہ اجتہاد
کو نہیں پہونچے لیکن امام کے قاعدوں سے واقف اور ایسے
قیاس کے قادر ہیں کہ جس بات کو صریح نپاویں تو اسکو صریح پر
خیال کرلیں یہ لوگ امام کے مقلد ہوتے ہیں اور ایسے ہی وہ لوگ
جو عوام میں سے انکے قول کو اختیار کریں اور مشہور یہ ہے کہ خود
انکی کوئی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ خود دوسرے کے مقلد ہیں پورا
ہوا کلام انوار کا اور اگر تم یوں کہو کہ ایک چیز ایک وقت میں
غیر واجب اور دوسرے وقت میں واجب کیسے ہوسکتی ہے شریعت تو
ایک ہی ہے پھر تمہارا یہ کہنا کہ اقتدا مجتہد مستقل کا پیشتر
واجب نہ تھا پھر واجب ہوگیا مخالف اور ساقط ہے۔ اس
اعتراض کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ واجب اصلی تو یہ ہے

هو ان يكون في الامة من يعرف الاحكام
الفرعية من ادلتها التفصيلية اجمع على ذلك
اهل الحق ومقدمة الواجب واجبة فاذا
كان للواجب طرق متعددة وجب تحصيل
طريق من تلك الطرق من غير تعيين واذا تعين
له طريق واحد وجب ذلك الطريق بخصوصه
كما اذا كان الرجل في مخمصة شديدة
يخاف منها الهلاك وكان لدفع مخمصة
طرق من شراء الطعام والتقاط الفواكه
من الصحراء واصطياد ما يتقوت به وجب
تحصيل شيء من هذه الطرق لا على التعيين
فاذا وقع في مكان ليس هناك صيد ولا
فواكه وجب عليه بذل المال في شراء
الطعام وكذلك كان للسلف طرق في
تحصيل هذا الواجب كان الواجب تحصيل
طريق من تلك الطرق لا على التعيين ثم
انسدت تلك الطرق الا طريق واحد وجب
ذلك الطريق بخصوصه وكان السلف لا يكتبون
الحديث ثم صار يومنا هذا كتابة الحديث
واجبة لان رواية الحديث لا سبيل لها اليوم
الا معرفة هذه الكتب وكان السلف لا يشتغلون

کہ امت میں ایسا شخص ہو کہ فرعی احکام کو مع تفصیلی دلیلوں
کے پہچانتا ہو اس بات پر سب اہل حق کا اتفاق ہے اور جس
بات پر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہے اور
جس صورت میں کہ واجب کے چند طریق ہوں تو ان میں سے
ایک غیر معین کا حاصل کرنا واجب ہے اور جب اسکا ایک ہی
طریق ہو تو خاص اسی طریق کا حاصل کرنا واجب ہے مثلاً
جب آدمی سخت بھوک میں مبتلا ہو کہ اس سے مرنے کا ڈر ہو تو
بھوک دور کرنے کے چند طور ہیں جیسے کھانا مول لینا اور جنگل
سے میووں کا چننا اور قوت کی چیز کا شکار کرنا پس ان طریقوں سے
کسی چیز غیر معین کا بہم پہونچانا واجب ہے اور اگر بھوکا ایسی
جگہ میں ہو کہ وہاں شکار اور میوے نہوں تو اسپر مال کا خرچ کرنا
کھانے کی خریدنے میں واجب ہے اسیطرح سلف کو اس
واجب اصل کے حاصل کرنے میں چند طریق تھے اور
ایک طریق غیر معین کا حاصل کرنا ان پر واجب تھا پھر یہ سب
طریق مسدود ہوگئے صرف ایک طریق رہ گیا تو وہی خاص
ایک طریق واجب ہو گیا۔ مثلاً سلف کا دستور
تھا کہ حدیث کو لکھتے نہ تھے پھر آج حدیث کا
لکھنا واجب ہے اس لیے کہ روایت حدیث
کے واسطے آج کوئی سبیل سوائے ان کتابوں
کے جاننے کے نہیں ہے۔ اور سلف کا
یہ دستور تھا کہ

بالنحو واللغة وكان لسانهم عربيا لا يحتاجون
الى هذه الفنون ثم صار يومنا هذا معرفة
اللغة العربية واجبة لبعد العهد عن العرب
الاول وشواهد ما نحن فيه كثير جدا وعلى
هذا ينبغي ان يقاس وجوب التقليد لامام
بعينه فانه قد يكون واجبا وقد لا يكون
واجبا فاذا كان انسان جاهل في بلاد
الهند وبلاد ما وراء النهر وليس هناك عالم
شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من
كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب
ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه
لانه حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة
ويبقى سدى مهملا بخلاف ما اذا كان في
الحرمين فانه يتيسر له هناك معرفة
جميع المذاهب ولا يكفيه ان ياخذ بالظن
من غير ثقة ولا ان ياخذ من السنة العوام ولا ان
ياخذ من كتاب غير مشهور كما ذكر كل ذلك في
النهر الفائق شرح كنز الدقائق واعلم ان
المجتهد المطلق من جمع خمسة من العلوم
قال النووي في المنهاج شرط القاضي مسلم
مكلف حر ذكر عدل سميع بصير ناطق

علم نحو اور لغت مین مشغول نہوتے تھے اور اُنکی زبان عربی
تھی ان فنون کے محتاج نہ تھے پھر ہمارے وقت مین
لغت عربی کا جاننا واجب ہو گیا کیونکہ عرب اول کا زمانہ
دور پڑگیا۔ اور جس بات کی ہم تقریر کر رہے ہین اُسکے
شاہد نہایت کثرت سے ہین اور اسی پر تقلید ایک امام
معین کی واجب ہونے کو قیاس کرنا چاہیے کیونکہ تقلید
امام معین کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہین ہوتی
مثلاً جب جاہل آدمی ہندوستان کے ممالک اور ماوراء النہر
کے شہرون مین ہو اور کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی
وہان نہو اور نہ ان مذہبون کی کوئی کتاب ہو تو اُسپر واجب
ہو کہ تقلید امام ابوحنیفہ سے باہر نکلے کیونکہ اس صورت مین
شریعت کا پھندا اپنی گردن سے نکالکر مہمل بیکار رہجائیگا
بخلاف اُس صورت کے کہ حرمین مین ہو کیونکہ وہان اُسکو
سب مذہبون کا پہچاننا ممکن ہے اور اُسکو یہ کافی نہین کہ
بدون وثوق کے گمان پر عمل کرے اور نہ یہ کہ
عوام کی زبانون سے کوئی بات اختیار کرے اور
نہ یہ کہ کسی کتاب غیر مشہور سے کوئی قول لے چنانچہ
یہ سب باتین نہر الفائق شرح کنز الدقائق مین مذکور ہین
اور جاننا چاہیے کہ مجتہد مطلق وہ ہے جو پانچ علمون کا
حاوی ہو چنانچہ نووی نے منہاج مین کہا ہے کہ قاضی کی
شرط یہ ہے کہ مسلمان عاقل بالغ آزاد مذکر عادل شنوا بینا

كاف مجتهد وهو ان يعرف من القرآن والسنة
ما يتعلق بالاحكام وخاصه وعامه ومجمله
ومبينه وناسخه ومنسوخه متواتر السنة
وغيرها والمتصل والمرسل وحال الرواة قوة
وضعفا ولسان العرب لغة ونحوا واقوال
العلماء من الصحابة ومن بعدهم اجماعا
واختلافا والقياس بانواعه ثم اعلم ان
هذا المجتهد قد يكون مستقلا وقد يكون
منتسبا الى المستقل والمستقل من امتاز
عن سائر المجتهدين بثلاث خصال كما
ترى ذلك فى الشافعى ظاهرا احدها
ان يتصرف فى الاصول والقواعد التى
يستنبط منها الفقه كما ذكر ذلك فى اوائل
الام حيث عد صنيع الاوائل فى استنباطهم
واستدرك عليهم وكما اخبرنا شيخنا ابو طاهر
محمد بن ابراهيم المدنى عن شيخيه الكبيرين
الشيخ حسن بن على العجيمى والشيخ احمد
النخلى عن الشيخ محمد بن العلاء البابلى
عن ابراهيم بن ابراهيم اللقانى وعبد
الروف الطبلاوى عن الجلال ابى الفضل
السيوطى عن ابى الفضل المرجانى اجازة

گویا کافی مجتہد ہو اور مجتہد پانچ باتون کا واقف ہو اول
قرآن اور حدیث متعلق باحکام کو اور انکی خاص وعام
اور مجمل اور مبین اور ناسخ اور منسوخ کو پہچانے دوم
حدیث کی متواتر اور غیر متواتر اور متصل اور مرسل اور
راویون کی قوت اور ضعف کا حال جانتا ہو سوم
عربی زبان کو لغت اور نحو کی راہ سے واقف ہو چہارم
اقوال علماء صحابہ و تابعین کو اجماع اور اختلاف کے
لحاظ سے جانتا ہو پنجم قیاس کے سب قسمون سے آگاہ ہو
پھر یہ معلوم کرو کہ یہ مجتہد کبھی مستقل ہوتا ہے اور کبھی منسوب
بمستقل اور مجتہد مستقل وہ ہے کہ باقی مجتہدون سے تین
باتون مین امتیاز رکھتا ہو جیسے یہ بات امام شافعی مین
ظاہر دیکھتے ہو اول یہ کہ ان اصول اور قواعد مین
جن سے فقہ کا استنباط ہوتا ہے تصرف کرے چنانچہ امام
شافعی نے ان باتوں کو کتاب ام کے شروع مین ذکر کیا ہے کہ
پہلے لوگون کے فعل در بارہ انکی استنباط کے بیان کیے پھر
انکی ترمیم کی اور جیسی ہمکو خبر دی ہمارے استاد ابو طاہر محمد
ابن ابراہیم مدنی نے کہ وہ روایت کرتے ہین اپنے دو کلی استادون
شیخ حسن بن علی عجیمی اور شیخ احمد نخلی سے اور وہ روایت کرتے
ہین شیخ محمد بن علاء بابلی سے اور وہ ابراہیم بن ابراہیم لقانی
اور عبدالروف طبلاوی سے اور وہ دونون جلال ابوالفضل
سیوطی سے اور وہ ابو الفضل مرجانی سے اجازت کے طور پر

عن ابی الفرج الغزی عن یونس بن
ابراهیم الدبوسی عن ابی الحسن بن
المقیر عن الفضل بن سهل الاسفراینی
عن الحافظ الحجة ابی بکر احمد بن علی
الخطیب نا ابو نعیم الحافظ ثنا ابو محمد عبد الله
بن محمد بن جعفر بن حدان ثنا عبد الله
بن محمد بن یعقوب ثنا ابو حاتم یعنی
الرازی ثنی یونس بن عبد الاعلی قال
قال محمد بن ادریس الشافعی الاصل قرآن
وسنة فان لم یکن فقیاس علیهما واذا
اتصل الحدیث عن رسول الله صلی الله
علیه وسلم وصح الاسناد منه فهو
سنة والاجماع اکبر من خبر المفرد
والحدیث علی ظاهره واذا احتمل المعانی
فما اشبه منها ظاهره اولها به واذا تکافأت
الاحادیث فاصحها اسنادا اولها ولیس
المنقطع بشئ ما عدا منقطع ابن المسیب
ولا یقاس اصل علی اصل ولا یقال فی
الاصل لم وکیف انما یقال للفرع لم
فاذا صح قیاسه علی الاصل صح
وقامت به الحجة انتهی وثانیها ان یجمع

اور وہ ابو فرج غزی سے اور وہ یونس بن ابراہیم دبوسی
سے اور وہ ابو الحسن بن مقیر سے اور وہ فضل بن سہل
اسفراینی سے اور وہ حافظ حجت ابو بکر احمد بن علی
خطیب سے انھوں نے کہا کہ حدیث کی ہمسے حافظ ابو نعیم
نے کہا کہ حدیث کی ہمسے ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن محمد
ابن جعفر بن حمدان نے کہا کہ حدیث کی ہمسے عبد اللہ
ابن محمد بن یعقوب نے کہا کہ حدیث کی ہمسے ابو حاتم یعنی
رازی نے کہا کہ بیان کیا مجھسے یونس بن عبد الاعلی نے
انھوں نے کہا کہ محمد بن ادریس یعنی امام شافعی نے کہا کہ اصل
قرآن اور حدیث ہے اور اگر نہو تو ان دونوں پر قیاس
کرنا ہو اور جب حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے
متصل ہو اور اسکی اسناد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تک صحیح ہو تو وہ سنت ہے اور اجماع خبر مفرد سے
بڑھکر ہے اور حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہے اور جب بہت
معنوں کا احتمال رکھتی ہو تو ان میں سے جو ظاہر حدیث کے زیادہ
مشابہ ہو وہ معنی سب معنوں سے اولی ہیں اور جب بہت سی
حدیثیں باہم متعارض ہوں تو جسکی اسناد زیادہ صحیح ہو تو وہ
انمیں اولی ہو اور حدیث منقطع سوائے منقطع ابن مسیب کے
کوئی چیز نہیں اور ایک اصل کو دوسری اصل پر قیاس نکیا جائے
اور اصل میں بات کی چون و چرا کہ کس وجہ سے اور کیونکر ہو بلکہ فرع میں
کہنا چاہیے کہ کیوں ہے اور جب فرع کا قیاس اصل پر درست ہو تو

الاحاديث والآثار فيحصل احكامها
ويتنبه لمآخذ الفقه منها ويجمع مختلفها
ويرجح بعضها على بعض ويعين بعض
محتملاتها وذلك قريب من ثلثي علم الشافعي
في ما نرى والله اعلم وثالثها ان يفرع
التفاريع التي ترد عليه مما لم يسبق بالجواب
فيه من القرون المشهود لها بالخير و
بالجملة فيكون كثير التصرفات في هذه
الخصال فائقا على اقرانه سابقا في حلبة
رهانه مبرزا في ميدانه وخصلة رابعة
تتلوها وهي ان ينزل له القبول من
السماء فيقبل الى علمه جماعات من العلماء
من المفسرين والمحدثين والاصوليين و
حفاظ كتب الفقه ويمضي على ذلك
القبول والاقبال قرون متطاولة حتى
يدخل ذلك في صميم القلوب والمجتهد المطلق
المنتسب المقتدي المسلم له في الخصلة
الاولى الجاري مجراه في الخصلة الثانية
والمجتهد في المذهب هو الذي سلم منه

کہ احادیث اور آثار کو جمع کرے اور انکے احکام کو بہم
پہونچائے اور انہیں سے ماخذ فقہ پر واقف ہو اور انہیں سے
مختلف کی تطبیق کرے اور بعض کو بعض پر ترجیح دے اور بعض
احتمالات کو معین کرے اور یہ بات ہمارے خیال میں علم
امام شافعی کے دو تہائی کے قریب ہے واللہ اعلم تیسری بات
مجتہد مستقل کی یہ ہے کہ جو مسائل اُس پر ایسے پیش آئیں جنکا جواب
پہلے نہیں دیا گیا یعنی جو تین قرن میں جنکا بہتر ہونیکی شہادت ملچکی ہے
اُن مسائل کے تفریعات نکالے یعنی جواب دے حاصل کلام ان تینوں
باتوں میں اُسکا بہت سا تصرف ہو اور اُن میں اپنے ہمسروں پر
فوقیت اور میدان مسابقت میں گوے سبقت کھینچتا ہو اور اس گھوڑدوڑ میں
سب سے بڑھا ہوا ہو اور ان تین باتوں کے بعد ایک چوتھی بات ہے جو انکے
لگی ہوئی ہے وہ یہ کہ اُسکے لیے مقبول ہونا آسمان سے اُترے کہ اُسکے
علم کی طرف بہت سے مفسرین و محدثین اور ارباب اصول اور کتب
فقہ کی حافظ گروہ کے گروہ جھکے چلے آئیں اور اس قبولیت اور علم
کے ساتھ بہت سے زمانہ دراز گزر جائیں یہانتک کہ یہ قبول
دلوں کی تہ میں گھس جاے اور مجتہد مطلق منتسب وہ ہے جو پیروی
کرنیوالا ہے مجتہد مستقل کی پہلی[1] بات کا مانتا ہو اور
دوسری[2] بات میں اُسکی روش اختیار کرتا ہے
اور مجتہد فی المذہب وہ ہے جو مجتہد مستقل کی

له یعنی مجتہد مستقل نے جو تصرفات اصول اور قواعد میں کی ہیں انکو یہ دستور رکھتا ہے اور اپنے طریقے پر اُنکی روش نہیں کرتا ۔ ۲؎
یعنی ماخذ کا معلوم کرنا اور تطبیق اور ترجیح دینے میں پہلوں کے قول پر بس نہیں کرتا بلکہ انکی طرح خود بھی کرتا ہے ۱۲

الاولی والثانیة وجری مجراهم فی التفریع
علی منهاج تفاریعه ولنضرب لذلك
مثلا فنقول کل من تطبب فی هذه الازمنة
المتاخرة اما ان یکون اقتدی باطباء یونان
او باطباء الهند فهو بمنزلة المجتهد المستقل
ثم ان کان هذا المتطبب قد عرف خواص
الادویة وانواع الامراض وکیفیة ترتیب
الاشربة والمعاجین بعقله بان یتنبه
لذلك من تنبیههم حتی صار علی یقین
من امره من غیر تقلید واقتدر علی ان یفعل
کما فعلوا فیعرف خواص العقاقیر التی لم یسبق
بالتکلم فیها ویبین اسباب الامراض وعلاماتها
ومعالجاتها مما لم یرصده السابقون وزاحم
الاوائل فی بعض ما تکلموا اقل ذلك منه او کثر
فهو بمنزلة المجتهد المطلق المنتسب وان
سلم ذلك منهم من غیر یقین کامل
وکان اکثر همه تولید الاشربة والمعاجین
من تلك القواعد الممهدة کاکثر متطببة
هذه الازمنة المتاخرة فهو بمنزلة
المجتهد فی المذهب وکذلك کل من
نظم الشعر فی هذه الازمنة اما ان یتتبع

پہلی اور دوسری بات مانتا ہو اور تیسری بات مین یعنے
تفریع مسائل مین اُنکی چال چلتا ہو اور تینون قسم کے
مجتہدون کے سمجھانے کیلیے ہم مثال بیان کرتے ہین اور کہتے ہین
کہ ان پچھلے زمانون مین جو کوئی طبابت کرتا ہو تو خواہ یونان
کے طبیبون کا اقتدا کرتا ہو یا ہند کے طبیبون کا تو وہ یونان اور
ہند کے پہلے طبیب ایسے ہین جیسے مجتہد مستقل۔ پھر جو طبیب
مقتدی ہا گر دواؤن کے خواص اور مرضون کے اقسام اور شربتون
اور معجونون کے بنانے کی کیفیت اپنی عقل سے جانی اسطرح کہ پہلے
اطبا کے تنبیہ کرنے سے ایسا آگاہ ہو جاوے کہ اسبارہ مین
بدون تقلید کے اسکو یقین ہو اور اس بات پر قادر ہو کہ
جیسا انھون نے کیا خود کرلے یعنی دواؤن کے خواص کہ پہلے
طبیبون نے انمین گفتگو نہین کی پہچان لے اور بیماریون کے
اسباب اور علامات اور علاج کہ پہلون نے جیسا نہین کیے
انکو بیان کردے اور بعض امور مین کہ پہلے طبیبون نے
کلام کیا ہو انکی مخالفت کرے خواہ یہ مخالفت کم ہو یا زیادہ
تو ایسا شخص بمنزلہ مجتہد مطلق منتسب کے ہو اور اگر یہ باتین
پہلے لوگون کی بدون یقین کامل کے تسلیم کرلے اور
بڑی غرض شربتون اور معجونون کا بنانا ان ہی قواعد کے بموجب
جو پہلے ہو چکے ہون جیسے اکثر طبیبان پچھلے وقتون کے ہین
تو ایسا شخص ایسا مجتہد فی المذہب کے ہے اسیطرح جو کوئی اس
زمانہ مین شعر نظم کرتا ہو یا تو اس باب مین شعرا کے [illegible]

فی ذلک باشعار العرب و یحتذی اوزانهم و
قوافیهم واسالیب قصائدهم او باشعار
العجم فهم بمنزلة المجتهد المستقل ثم ان
کان هذا الشاعر مخترعا لانواع من الغزل
والتشبیب و المدح والهجو والوعظ واتی
بالعجب العجاب فی الاستعارات و البدائع و نحوها
مما لم یسبق الی مثله بل تنبه لذلک من بعض
بعضهم صنعا فاخذ النظیر بالنظیر وقاس الشیء
بالشیء واقتدر علی ان یخترع بحر الم یتکلما
فیه من قبله او اسلوبا جدیدا کنظم المثنوی
والرباعیة و رعایة الردیف اعنی کلمة
تامه یعیدها فی کل بیت بعد القافیة بعد ان
کل ذلک فی الشعر العربی فهو بمنزله
المجتهد المطلق المنتسب فان لم یکن مخترعا
وانما یتبع طرقهم فقط فهو بمنزلة المجتهد فی
المذهب وهذا الحال فی علم التفسیر و
التصوف وغیرهما من العلوم
فان قلت ما السبب فی ان الاوائل لم
یتکلموا فی اصول الفقه کثیر کلام فلما
نشأ الشافعی تکلم فیها کلاما شافیا و
افاد واجاد قلت سببه ان الاوائل کان

اور انکے وزن اور قافیے او قصیدون کے طور پسند کرتا ہو
یا شعرائے عجم کا اقتدا کرتا ہو تو شعرائے عرب اور عجم بجائے مجتہد
مستقل کے ہین۔ پھر اگر یہ حال کہ شاعر اقسام غزل اور
تشبیب اور مدح اور ہجو اور وعظ کا موجد ہو اور استعارات
بدائع وغیرہ کو عجیب غریب ڈھنگ سے لاوے کہ پہلے اُس جیسا
کسی نے نہ کیا ہو بلکہ خود اُس ڈھنگ کو پہلون کے بعض صنعتون سے
واقف ہو کر نکالا ہو اور نظیر کو نظیر پر ڈھالا اور ایک چیز کو
دوسری چیز پر قیاس کر لیا ہو اور اس بات پر قادر ہو کر
ایسی بحر ایجاد کرے جسمین پہلے کسی نے شعر نہین کہا یا
کوئی نیا ڈھنگ نکالے مثلاً مثنوی اور رباعی کا بنانا اور
ردیف کا التزام کرنا یعنی کسی پورے کلمہ کو ہر بیت مین
بعد قافیہ کے مکرر لانا اور یہ سب باتین شعر عربی مین کرے
تو وہ بمنزلہ مجتہد مطلق منتسب کے ہو اور اگر شاعر حال موجد
نہین بلکہ صرف پہلے شاعرون کے طریقون کی پیروی
کرتا ہو تو وہ بجائے مجتہد فی المذہب کے ہو۔ اور
ایسا ہی حال علم تفسیر اور تصوف اور اُنکے سوا
دوسرے علوم مین ہو۔
اور اگر یہ کہو کہ اسکا کیا سبب کہ پہلے لوگون نے
اصول فقہ مین بہت کلام نہین کہا اور جب
امام شافعی پیدا ہوے تو انھون نے اصول
مین کلام شافی کیا اور فائدہ پہونچایا

يجمع عند كل واحد منهم احاديث بلدة
وآثاره ولا يجمع احاديث البلاد فاذا
تعارضت عليه الادلة في احاديث بلدة
حكم في ذلك التعارض بنوع من الفراسة
بحسب ما تيسر له ثم اجتمع في عصر الشافعي
احاديث البلاد جميعا فوقع التعارض في
احاديث البلاد ومختارات فقهائها
مرتين مرة فيما بين احاديث بلد واحاديث
بلد آخر ومرة في احاديث بلد واحد فيما
بينها وانتصر كل رجل لشيخه فيما رأى
من الفراسة فاتسع الخرق وكثر الشغب
وهجم على الناس من كل جانب من الاختلاف
ما لم يكن بحساب فبقوا متحيرين مدهوشين
لا يستطيعون سبيلا حتى جاءهم تائيد من
ربهم فالهم الشافعي قواعد جمع بها بين المختلف
وفتح لمن بعده بابا اى باب -
وانقرض المجتهد المطلق المنتسب في
مذهب الامام ابي حنيفة بعد المائة الثالثة
وذلك لانه لا يكون الا محدثا جهبذا و
واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديما و
حديثا وانما كان فيه المجتهدون في المذهب

اور خوب بیان کیا تو مین کہتا ہون کہ اسکا سبب یہ تھا کہ
سلف مین سے ہر ایک کے پاس اُسی کے شہر کی حدیثین
اور آثار جمع تھے سب شہرون کی حدیثین جمع نہین جب
اُنکے پاس دلیلین متعارض ہوتین یعنی اُسکے شہر کی حدیثون مین
اختلاف ہوتا تو وہ اس خلاف مین ایک قسم کی فراست سے جیسے
اُنکو ہوسکتا حکم کردیتا - پھر امام شافعی کے زمانہ مین سب
شہرون کی حدیثین ایک جا اکٹھی ہوئین اور شہرون کی حدیثون مین
اور اُنکے فقہا کے اقوال مختار مین دو صورت سے اختلاف ہوا
ایک یہ کہ ایک شہر کی حدیثون اور دوسرے شہر کے حدیثون مین
ہوا دوسرے یہ کہ ایک شہر کی حدیثون مین باہم اختلاف ہوا اور
ہر شخص نے اپنے استاد کی حمایت اُس قول مین کی جو اُسنے
فراست سے تجویز کیا تھا غرضکہ یہ رخنہ بڑہ گیا اور شورش بہت
ہو گئین اور لوگون مین ہر طرف سے اختلاف آپڑا جسکا کچھ حساب
نہ تھا لہذا لوگ حیران و مدہوش ہوگئے کوئی راہ نہ پاتے تھے
یہانتک کہ اُنکو اُنکے پروردگار کیطرف سے مدد پہونچی یعنی امام شافعی
کے دلمین حق تعالی سے قاعدے ڈالے گئے جنسے انہون نے مختلف
حدیثون کی تطبیق کی اور پچھلون کے لیے دروازہ عجب طرح کا کھولدیا
اور مجتہد مطلق منتسب مذہب ابو حنیفہ مین تیسری صدی کے
آخر ہوا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسا مجتہد نہین ہوتا مگر وہی شخص جو محدث
بڑا جید ہو اور حنفی علما کا مشغول ہونا علم حدیث مین پہلے سے اور
حال مین کم رہا ہے اُس مذہب مین مجتہد فی المذہب ہی ہوتے ہین

وبهذا الاجتهاد اراد من قال ادنى الشروط للمجتهد حفظ المبسوط وقل المجتهد المنتسب في مذهب مالك وكل من كان منهم بهذه المنزلة فانه لا يعد تفرده وجها في المذهب كابي عمر المعروف بابن عبد البر وكالقاضي ابي بكر العربي واما مذهب احمد فكان قليلا قديما وحديثا وكان فيه المجتهدون طبقة بعد طبقة الى ان انقرض في المائة التاسعة واضمحل المذهب في اكثر البلاد اللهم الا ناس قليلون بمصر وبغداد ومرتبة مذهب احمد من مذهب الشافعي بمنزلة مذهب ابي يوسف ومحمد من مذهب ابي حنيفة الا انه لم يجمع في التدوين مع مذهب الشافعي كما دون مذهبهما مع مذهب ابي حنيفة فلذلك لم يعدا مذهبا واحدا فيما ارى والله اعلم وليس ببعيد ان يدونا جميعا كما كان تدوين مذهبه عسيرا على من تلقاهما على وجههما۔

واما مذهب الشافعي فاكثر المذاهب مجتهدا مطلقا ومجتهدا في المذهب واكثر المذاهب اصوليا ومتكلما واوفرها مفسر القرآن وشارحا للحديث واشدها اسنادا ورواية واقواها ضبط النصوص

اور جس شخص نے کہا ہے کہ مجتہد کی کم سے کم شرط یہ ہے کہ مبسوط یاد کرلے اُسکی مراد یہی اجتہاد فی المذہب ہے اور امام مالک کے مذہب میں مجتہد منتسب کم ہوئے اور جو کوئی مجتہد اس مرتبہ کا ہوا اُسکا منفرد ہونا مذہب کی کوئی وجہ نہیں گنی جاتی جیسے ابو عمر کہ ابن عبد البر کے نام سے معروف ہیں اور جیسے قاضی ابوبکر بن عربی اور امام احمد کے مذہب کا یہ حال ہے کہ وہ پہلے بھی اور اب بھی کم رہا اسمیں مجتہد طبقہ بطبقہ ہوتے گئے یہانتک کہ نویں صدی میں ختم ہوگئے اور بہت سے شہروں میں مذہب سُست ہوگیا ہاں کچھ آدمی مصر اور بغداد میں رہ گئے امام احمد کے مذہب کی نسبت امام شافعی کے مذہب سے ایسی ہے جیسے ابو یوسف اور محمد کے مذہب کی نسبت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے ہے اتنا فرق ہے کہ امام احمد کا مذہب لکھنے میں امام شافعی کے مذہب کے ساتھ اکٹھا نہیں لکھا گیا جیسے صاحبین کا مذہب امام ابو حنیفہ کے مذہب کے ساتھ لکھا گیا اسی وجہ سے ہمارے خیال میں امام احمد و امام شافعی کا مذہب ایک مذہب نہیں گنا گیا اور یہ بعید نہیں کہ امام احمد کے مذہب کو امام شافعی کے مذہب کے ساتھ لکھیں اس شخص پر دشوار نہیں جیسے دونوں مذہبوں کو درستی سے سیکھا ہو اور مذہب امام شافعی کا یہ حال ہے کہ اسمیں مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب اور اصولی اور اہل کلام اور مفسر قرآن کے اور حدیث کے شارح اور مذہبوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں اور یہ مذہب باعتبار اسناد اور روایت کے بہت زیادہ تصریحات

الامام واشدها تمييزا بين اقوال الامام
ووجوه الاصحاب واكثرها اعتناء بترجيح بعض
الاقوال والوجوه على بعض وكل ذلك لا يخفى
على من مارس المذاهب واشتغل بها وكان
اوائل اصحابه مجتهدين بالاجتهاد المطلق
ليس فيهم من يقلده في جميع مجتهداته حتى
نشأ ابن سريج فاسس قواعد التقليد و
التخريج ثم جاء اصحابه يمشون في سبيله
وينسجون على منواله ولذلك يعد من
المجددين على روس المئين والله اعلم
ولا يخفى عليه ايضا ان مادة مذهب الشافعي
من الاحاديث والآثار مدونة مشهورة
مخدومة ولم يتفق مثل ذلك في مذهب
غيره فمن مادة مذهبه كتاب الموطأ وهو
وان كان متقدما على الشافعي فان الشافعي
بنى عليه مذهبه وصحيح البخاري وصحيح
مسلم وكتب ابي داود والترمذي وابن
ماجة والدارمي ثم مسند الشافعي وسنن
النسائي وسنن الدارقطني وسنن البيهقي
وشرح السنة للبغوي اما البخاري فانه وان
كان منتسبا الى الشافعي موافقا له في

امام کی ضبط کرنے مین بڑی مزاور اقوال امام کو وجوہ اصحاب سے
علیحدہ کرنے مین نہایت سخت اور بعض اقوال اور وجوہ کو
بعض پر ترجیح دینے کے اہتمام مین سب سے زیادہ ہے اور یہ سب
باتین اُس شخص پر پوشیدہ نہین جسنے مذہبون کی مزاولت
اور اُنمین مشغولی رکھی ہو اور امام شافعی کے پہلے شاگرد
سب مجتہد مطلق تھے اُنمین کوئی ایسا نہ تھا کہ امام کے سب
اجتہادی مسالون مین امام کی تقلید کرتا ہو یہانتک کہ ابن سریج
پیدا ہوئے تقلید اور تخریج کے قاعدونکی بنیاد ڈالی پھر اُسکے
شاگرد آئے کہ اُسیکی راہ چلے اور اُسیکا ڈھنگ اختیار کیا اسی لیے
ابن سریج کو اُن مجددون مین گنا جاتا ہے جو صدیون کے
شروع پر ہوتے ہین واللہ اعلم - اور مذاہب کے ماہر پر یہ بات
بھی پوشیدہ نہین کہ مذہب شافعی کی اصل احادیث اور آثار
سے مرقوم اور مشہور ہے جسکی خدمت بخوبی کی ہو اور یسی بات
دوسرے کے مذہب میں اتفاق نہین ہوئی مثلاً انکے مذہب کی
اصل کتاب موطا ہے اگرچہ شافعی سے پہلے کی ہے لیکن شافعی
نے اُسپر اپنے مذہب کی بنا ڈالی اور نیز اُنکے مذہب
کی اصل یہ کتابین ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور
ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی پھر مسند
شافعی اور سنن نسائی اور سنن دارقطنی اور سنن
بیہقی اور بغوی کی شرح سنہ - انمین سے
بخاری نے اگرچہ منسوب بشافعی

كثير من الفقه فقد خالفه ايضا في كثير
ولذلك لا يعد ما تفرد به من مذهب
الشافعي واما ابو داود والترمذي فهما
مجتهدان منتسبان الى احمد واسحق كذلك
ابن ماجة والدارمي فيما نرى والله اعلم
واما مسلم وابو العباس الاصم جامع مسند
الشافعي والام والذين ذكرناهم بعده
فهم منفردون بمذهب الشافعي يناضلون
دونه واذا احطت بما ذكرناه اتضح عندك
ان من عادى مذهب الشافعي يكون
محروما عن منصب الاجتهاد المطلق وان
علم الحديث قد ابى ان يناصح لمن لم
يتطفل على الشافعي واصحابه ؎

وكن طفيلهم على ادب
فلا ارى شافعا سوى الادب

باب حكاية ما حدث في الناس بعد المائة الرابعة

ثم بعد هذه القرون كان ناس
آخرون ذهبوا يمينا وشمالا وحدث فيهم
امور منها الجدل والخلاف في الفقه و
تفصيله على ما ذكره الغزالي انه لما
انقرض عهد الخلفاء الراشدين المهديين

اور بہت سے فقہ میں اُنکے موافق ہیں پھر بھی بہت سی باتوں
میں اُنکا خلاف کیا ہے اور اسیوجہ سے جن مسائل میں وہ
علیحدہ ہو گئے ہیں وہ مسائل امام شافعی کے مذہب سے شمار نہیں ہوتے
اور ابو داؤد اور ترمذی دو مجتہد ہیں اور منسوب امام احمد اور اسحق
کیطرف اور اسیطرح ہمارے خیال میں ابن ماجہ اور دارمی ہیں
واللہ اعلم۔ اور مسلم اور ابو العباس اصم جسنے مسند شافعی اور کتاب
ام کو جمع کیا ہے اور وہ لوگ جنکا ذکر ہمنے بعد مسند شافعی کے
کیا ہے وہ لوگ مذہب شافعی سے علیحدہ ہیں جو اُنکے اصول کے
سوا دوسرے اصول رکھتے ہیں۔ اور جب تم ہماری تقریر پر
واقف ہو جاؤگے تو تمکو واضح ہوگا کہ جو کوئی مذہب شافعی سے
دشمنی رکھتا ہے تو وہ اجتہاد مطلق کے رتبہ سے محروم ہے اور
علم حدیث اس بات کا منکر ہے کہ ایسے شخص کی خیر خواہی کرے
جو شافعی اور اُنکے ہمراہیوں کا طفیلی نہ بنے ؎

ادب کی رو سے اُن لوگوں کا طفیلی بن
سفارشی میں نہیں دیکھتا ادب کے سوا

باب ۵ اُن باتوں کے بیان میں جو چوتھی صدی کے بعد لوگوں میں پیدا ہوئیں

پھر ان قرنوں کے بعد دوسرے
لوگ ہوئے جو ادھر ادھر گئے اور اُنمیں بہت سے
امور پیدا ہوئے اول لڑائی جھگڑا علم فقہ میں اور اُسکی
تفصیل امام غزالی کی بیان کے موافق یہ ہے کہ
جب خلفائے راشدین مہدیین کا زمانہ

افضت الخلافة الی قوم تولوها بغیر استحقاق
ولا استقلال لعلم الفتوی والاحکام فاضطروا
الی الاستعانة بالفقهاء والی استصحابهم فی احوالهم
وقد کان بقی من العلماء من هو مستمر علی الطراز
الاول وملازم صفو الدین فکانوا اذا
طلبوا هربوا واعرضوا فرای اهل تلک
الاعصار عز العلماء واقبال الائمة علیهم
مع اعراضهم فاشرأبوا لطلب العلم توصلا الی
نیل العز ودرک الجاه فاصبح الفقهاء بعد
ان کانوا مطلوبین طالبین وبعد ان کانوا
اعزة بالاعراض عن السلاطین اذلة
بالاقبال علیهم الا من وفقه الله وقد کان
من قبلهم صنف ناس فی علم الکلام و
اکثروا القیل والقال والایراد والجواب وتمهید
طریق الجدال فوقع ذلک منهم بموقع من
قبل ان کان من الصدور والملوک من مالت
نفسه الی المناظرة فی الفقه وبیان الاولی
من مذهب الشافعی وابی حنیفة فترک
الناس الکلام وفنون العلم واقبلوا علی المسائل
الخلافیة بین الشافعی وابی حنیفة علی
الخصوص وتساهلوا فی الخلاف مع مالک

گذر گیا تو نوبت خلافت ایسے لوگوں کو پہنچی جو نا
مستحق حاکم ہوئے اور علم فتوے اور احکام کو خوب
نہ جانتے تھے لہذا فقہا سے مدد لینے اور اپنی سب
حالتوں میں انکو ساتھ رکھنے کے لیے مجبور ہوئے اور
اس وقت علما میں سے ایسے لوگ باقی تھے جو پہلے ڈھنگ
پر جمے ہوئے اور دین صاف پر اڑے ہوئے تھے جب انکو
کوئی بلاتا تو بھاگتے اور روگردانی کرتے۔ اس زمانہ کے
لوگوں نے علما کی عزت اور باوجود انکی روگردانی کے
حاکموں کی انکی طرف متوجہ ہونا دیکھا لہذا حصول عزت و جاہ
کے لیے طلب علم پر جھک پڑے تو فقہا جو مطلوب تھے طالب
بن گئے اور سلاطین سے روگردانی کی وجہ سے جو عزت دار تھے
انکی طرف متوجہ ہونے سے ذلیل ہوئے مگر جنکو اللہ تعالے نے
توفیق دی اور انکے پیشتر کچھ لوگ علم کلام میں تصنیفیں
کر چکے تھے اور بہت سی گفتگو اور اعتراض اور جواب
اور مناظرہ کے طریق کی تمہید کر چکے تھے ان باتوں سے
انکی خوب منزلت ہوئی بسبب اس کے کہ روسا اور حکام میں ایسے
لوگ ہوں جنکا دل فقہ میں مناظرہ کرنے اور مذہب امام
شافعی اور امام ابوحنیفہ میں سے بہتر کے بیان کرنے کی
طرف مائل ہو پس بعد حکام کی رغبت کے لوگوں نے علم
کلام اور فنون علم دین کو چھوڑ دیا اور خاص ان مسائل
کی طرف متوجہ ہوئے جنمیں شافعی اور ابوحنیفہ کا اختلاف ہے اور مالک

وسفيان واحمد بن حنبل وغيرهم
وزعموا ان غرضهم استنباط دقائق الشرع
وتقرير علل المذهب وتمهيد اصول الفتاوى
واكثروا فيها التصانيف والاستنباطات
ورتبوا فيها انواع المجادلات والمصنفات
وهم مستمرون عليه الى الآن لست ادرى
ما الذى قدر الله تعالى فيما بعدها
من الاعصار انتهى حاصله
واعلم انى وجدت اكثرهم
يزعمون ان بناء الخلاف بين
ابى حنيفة والشافعى على هذه
الاصول المذكورة فى كتاب البزدوى
ونحوه وانما الحق ان اكثرها
اصول مخرجة على قولهم وعندى
ان المسئلة القائلة بان الخاص مبين
ولا يلحقه البيان وان الزيادة
نسخ وان العام قطعى كالخاص

اور سفیان اور احمد بن حنبل وغیرہ کے خلاف کی
چشم پوشی کی اور یہ بیان کیا وہ یہی غرض شریعت کی
باریکیوں کو کات اور مذہب کی علتوں کو ثابت کرنا اور
فتاوے کے اصول کو مرتب کرنا ہے اور اس باب میں انہوں
نے بہت سی تصنیفیں اور استنباط تالیف کیے اور قسم قسم
جدال اور تصنیفات ترتیب دیں اور اب تک یہی چلے جاتے
ہیں اور ہمکو معلوم نہیں کہ آیندہ زمانوں میں خدای تعالیٰ نے
کیا مقدر کیا ہے ماحصل امام غزالی کے قول کا ختم ہوا
اور جاننا چاہیے کہ میں نے انہیں سے اکثروں کو
کہتے ہوے پایا کہ بنا خلاف کی ابو حنیفہ اور شافعی
کے درمیان اُن ہی اصول پر ہے جو کتاب بزدوی
وغیرہ میں مذکور ہیں اور حق یہی ہے کہ ان میں سے
اکثر اصول ان کے قول پر تخریج ہوے ہیں
اور میرے نزدیک یہ ہے کہ مسائل مفصلہ
ذیل یعنی اوّل یہ کہ خاص مبین ہے اور اس کو
بیان لاحق نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ زیادتی
ناسخ ہوتی ہے سوم یہ کہ عام قطعی ہوتا ہے خاص کی طرح

ؔلہ شاید وہ چشم پوشی کی وجہ یہ ہو کہ امام مالک کا مذہب عراق میں بہت کم رائج ہوا اور سفیان کا بھی کم
زیادہ مروّج نہیں ہوا جیسا کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب نے اور امام شافعی کے مذہب نے ۱۲
ؔلہ تخریج وہ مسائل ہیں جو فقہائے اصول مقررہ پر استخراج کیے ہیں اور اصل مذہب میں فرق کرنا
بغیر تحریر کے سخت دشوار ہے ۔م

وان لا ترجيح بكثرة الرواة وانه لا يجب
العمل بحديث غير الفقيه اذا انسد
باب الرأى ولا عبرة بمفهوم الشرط
والوصف اصلا وان موجب الامر
هو الوجوب البتة وامثال ذلك
اصول مخرجة على كلام الائمة و
انها لا تصح بها رواية عن ابي حنيفة
وصاحبيه وانه ليست المحافظة عليها
والتكلف في جواب ما يرد عليها من صنائع
المتقدمين في استنباطهم كما يفعله
البزدوي وغيره احق من المحافظة على
خلافها والجواب عما يرد عليه مثاله
انهم اصلوا ان الخاص مبين فلا
يلحقه البيان وخرجوه من صنيع الاولين
في قوله تعالى اسجدوا واركعوا وقوله
صلعم لا تجزى صلوة الرجل حتى
يقيم ظهره في الركوع والسجود حيث
لم يقولوا بفرضية الاطمينان ولم يجعلوا
الحديث بيانا للاية فورد عليهم

چہارم یہ کہ راویون کی کثرت سے ترجیح نہین ہوتی پنجم یہ کہ
عمل غیر فقیہ کی حدیث پر واجب نہین جس صورت مین کہ
رائے کا باب بند ہو ششم یہ کہ مفہوم شرط اور وصف کا کچھ
اعتبار نہین ہفتم یہ کہ امر کا مضمون یقینی واجب ہوتا ہے اور
اس طرح کے اور مسایل ایسے اصول ہین کہ امامون کے
کلامون سے نکالے ہین انکی روایت ابو حنیفہ اور صاحبین
سے ثابت نہین ہوتی اور ان اصول کی نگاہداشت
کرنے اور ان اعتراضات کے جواب مین تکلف کرنا
جو ان اصول پر متقدمین کی استنباط کی کارروائی سے
پڑتی ہین جیسے بزدوی وغیرہ کرتے ہین زیادہ تر
ہے بہ نسبت نگاہداشت اُن اصول کے خلاف
اور اُسکے اعتراضات کے جواب کے۔ اُسکی مثال یہ
ہے کہ اُنھون نے قاعدہ ٹھیرایا کہ خاص خود بیان کیا ہوا
ہوتا ہے اسکو بیان نہین لاحق ہوتا اور اس قاعدہ کو
پہلے لوگون کے فعل سے نکالا ہے اس آیۃ مین اسجدوا
وارکعوا یعنی سجدہ کرو اور رکوع کرو اور اس حدیث
مین آدمی کی نماز کافی نہین ہوتی جب تک وہ اپنی
پشت رکوع اور سجدہ مین برابر نکرے یعنی جب تک
اطمینان کے فرض ہونیکے قائل نہین ہوئے اور حدیث کو آیت

[illegible]

مسحهم في قوله تعالى وامسحوا برؤسكم
ومسحه صلى الله عليه وسلم على ناصية
حيث جعلوه بيانا وقوله تعالى الزانية و
الزاني فاجلدوا الآية وقوله تعالى السارق
والسارقة وقوله حتى تنكح زوجا غيره وما
لحقه من البيان بعد ذلك فيكون التحاقا
كما هو مذكور في كتبهم واظهروا سلوا ان
العام قطعي كالخاص وخرجوه من صنيع
الاوائل في قوله تعالى فاقرءوا ما تيسر من
القرآن وقوله صلى الله عليه وسلم لا صلوة
الا بفاتحة الكتاب حيث لم يجعلوه مخصصا
وفي قوله صلى الله عليه وسلم فيما سقت
العيون العشر الحديث وقوله صلى الله
عليه وسلم ليس فيما دون خمسة اوسق
صدقة حيث لم يخصصوه به ونحو ذلك
من المواد ثم ورد عليهم قوله تعالى ما تيسر

بیان ٹھیرایا تو انکے اس فعل پر اعتراض ہوا اس بحث میں
یعنی مسح کرو اپنے سروں کا اور حدیث میں آنحضرت صلعم کے مسح
کرنے سے پیشانی پر کہ یہاں حدیث کو بیان ٹھیرایا اور نیز
الزانیة والزانی فاجلدوا یعنی عورت و مرد زانی کے کوڑے مارو
آیۃ السارق والسارقة فاقطعوا یعنی چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹو
اور آیۃ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی جبتک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے
اور بعد کو ان آیتوں کے ساتھ جو بیان حدیث سے لاحق ہوا وہ نسخ
پھر اعتراض ہی اُسکے جواب میں انھوں نے تکلف کیا جیسے انکی کتابوں میں مذکور
ہے اور ایک قاعدہ انھوں نے ٹھیرایا کہ عام قطعی ہوتا ہے مثل خاص کے اور
اسکو انھوں نے متقدمین کے فعل سے نکالا کہ اس آیت میں فاقرءوا ما تیسر
من القرآن یعنی پڑھو جو میسر ہو قرآن سے اور اس ارشاد آنحضرت صلعم میں کہ
نماز نہیں ہوتی مگر سورہ فاتحہ سے کہ اس حدیث کو ارشاد خداوندی کا
مخصص نہیں ٹھیرایا اور نیز آنحضرت صلعم کے ارشاد میں کہ جس کھیتی
میں چشموں کا پانی پہنچے دسواں حصہ ہے آخر حدیث تک اور ارشاد میں کہ
پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں کہ اس حدیث کو بھی مخصص نہیں ٹھیرایا اور
اسی طرح کی اور باتیں میں جب ان پر اعتراض ہوا کہ اس آیت میں ما تیسر

[illegible]

من الهدي وادناه الشاة فما فوقه
بيان النبي صلى الله عليه وسلم فتكلفوا في
الجواب وكذلك اصلوا ان لا عبرة بمفهوم
الشرط والوصف وخرجوا من صنيعهم في
قوله تعالى ومن لم يستطع منكم طولا الآية
ثم ورد عليهم شيء من صنايعهم كقوله صلى الله
عليه وسلم في الابل السائمة زكوة فتكلفوا في
الجواب واصلوا انه لا يجب العمل بحديث
غير فقيه اذا انسد به باب الرأي وخرجوا
من صنيعهم في ترك حديث المصراة ثم ورد
عليهم حديث القهقهة وحديث عدم
فساد الصوم بالاكل ناسيا فتكلفوا في
الجواب ومثل ما ذكرنا كثير
لا يخفى على المتتبع ومن لم يتتبع
لا تكفيه المطولات فضلا عن الاشارة

من الهدی یعنی جو ہدی میسر ہو مراد ہدی سے بکری اور
اس سے زیادہ ہو بوجہ بیان پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے تو
انھوں نے جواب میں تکلف کیا اسیطرح انھوں نے یہ قاعدہ مقرر
کیا کہ مفہوم شرط اور وصف کا اعتبار نہیں اور اسکو
اپنے لوگوں کے عمل سے نکالا اس آیہ میں ومن لم یستطع منکم طولا
یعنی جو کوئی تم میں سے قادر نہو مال پر پھر ان پر بسبب اعتراض انکے
فعل سے وارد ہو جیسے ان حضرت صلعم کا فرمانا کہ چرنے والے اونٹ
میں زکوۃ ہے تو انھوں نے جواب میں تکلف کیا۔ اور ایک قاعدہ
ٹھیرایا کہ حدیث غیر فقیہ پر عمل کرنا واجب نہیں جس صورت میں کہ
اس سے رای کا باب بند ہو اور اسکو بھی انھوں نے اپنے لوگوں
کے فعل سے نکالا حدیث مصراۃ پر عمل نہ کرنے سے پھر ان پر اعتراض
ہوا قہقہہ کی حدیث اور بھول کر کھانے سے روزہ نجانے کی
حدیث کا تو جواب میں تکلف کیا اور اس جیسی باتیں کہ جنکے
ذکر کیں بہت ہیں تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں اور جو
تلاش نکرے تو اسکو کلام دراز کا بھی کافی نہیں اشارہ کا تو کیا ذکر ہے

سلہ [illegible] مستطیع آزادی لونڈی کے نکاح کا حکم [illegible] وصف پر لگایا ہے [illegible] اس وصف [illegible] لونڈی سے نکاح نکرے تم ان مفہوم کو غیر معتبر ٹھہرا گئے [illegible] کہ [illegible] لونڈی سے نکاح [illegible] وصف جنگل کے چرنے کا لگایا ہے [illegible] مفہوم [illegible] [illegible] تم بھی قائل ہو [illegible] مفہوم وصف کا اعتبار کیوں [illegible]
سلہ [illegible] حدیث [illegible] حدیث کے [illegible]
سلہ [illegible] غیر فقیہ سے مراد [illegible] وضو کا جاتا رہنا [illegible] خلاف [illegible]
[illegible]

ویکفیک دلیلا علی هذا قول المحققین
فی مسئلة لا یجب العمل بحدیث من اشتهر
بالضبط والعدالة دون الفقه اذا انسد
باب الرأی کحدیث المصراة ان هذا مذهب
عیسی بن ابان واختاره کثیر من المتاخرین
وذهب الکرخی وتبعه کثیر من العلماء
الی عدم اشتراط فقه الراوی لتقدم الخبر
علی القیاس وقالوا لم ینقل هذا
القول عن اصحابنا بل المنقول عنهم ان خبر
الواحد مقدم علی القیاس الا تری انهم
عملوا بخبر ابی هریرة فی الصائم اذا اکل وشرب
ناسیا وان کان مخالفا للقیاس حتی قال ابو حنیفة
لولا الروایة لقلت بالقیاس ویرشدک
ایضا اختلافهم فی کثیر من التخریجات
اخذا من صنائعهم ورد بعضهم
علی بعض ووجدت بعضهم یزعم ان جمیع
ما یوجد فی هذه الشروح الطویلة
وکتب الفتاوی الضخمة فهو قول
ابی حنیفة وصاحبیه ولا یفرق
بین القول المخرج وبین ما هو
قول فی الحقیقة ولا یحصل

اور تجھکو اسپر یہی دلیل کافی ہے کہ اس مسئلہ میں کہ جو شخص
ضبط اور عدالت میں مشہور ہو نہ فقہ میں اسکی حدیث پر
عمل کرنا واجب نہیں جس صورت میں کہ رای کا باب مسدود
ہو جیسے مصراۃ کی حدیث ہے محقق یوں کہتے ہیں کہ یہ
مذہب عیسی بن ابان کا ہے اور بہت متاخرین نے اسکو پسند
کیا ہے۔ اور کرخی کا مذہب اور بہت علما کا جنھوں نے اسکی موافقت
کی ہے یہ ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں کیونکہ خبر واحد
قیاس پر مقدم ہوتی ہے ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ
راوی کے فقیہ ہونے کی شرط ہمارے اصحاب سے منقول نہیں
بلکہ انسے یہ منقول ہے کہ خبر واحد قیاس پر مقدم ہے
کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ انھوں نے ابو ہریرہ کی حدیث پر روزہ دار
کے باب میں جو بھولے سے کھا پی لے عمل کیا اگرچہ حدیث مخالف
قیاس کے ہے یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر حدیث کی روایت
نہوتی تو میں قیاس کے موافق حکم کرتا اور نیز ان لوگوں کا بہت
تخریجات میں جنکو متقدمین کے اعمال سے لیا ہے مختلف ہونا اور باہم
ایک دوسرے کا رد کرنا تمکو بتا دیگا کہ ہماری تقریر صحیح ہے
اور کسی کو ہمنے یہ کہتے پایا کہ جو کچھ ان لمبی شرحوں
اور بڑی فتاوے کی کتابوں میں موجود ہے وہ
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ہے حالانکہ وہ فرق
نہیں جانتا کہ انکے اقوال سے نکالا ہوا قول کیا ہے
اور حقیقت میں انکا قول کیا ہے اور نہ علماء کے

كلا والله بل ليس المراد بالرأي نفس
الفهم والعقل فان ذلك لا ينفك عن احد من
العلماء ولا الرأي الذي لا يعتمد على سنة اصلا
فانه لا ينتحله مسلم البتة ولا القدرة على
الاستنباط والقياس فان احمد واسحق بل
الشافعي ايضا ليسوا من اهل الرأي بالاتفاق
وهم يستنبطون ويقيسون بل المراد من
اهل الرأي قوم توجهوا بعد المسائل
المجمع عليها بين المسلمين او بين جمهورهم
الى التخريج على اصل رجل من المتقدمين
فكان اكثر امرهم حمل النظير على النظير والرد
الى اصل من الاصول دون تتبع
الاحاديث والآثار والظاهري من لا يقول
بالقياس ولا بآثار الصحابة والتابعين
كداود وابن حزم وبينهما المحققون من اهل
السنة كاحمد واسحق

ومنها انهم اطمأنوا بالتقليد ودب التقليد في
صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون وكان
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بخدا یہ ہرگز نہیں بلکہ رائے سے مقصود نفس فہم اور
عقل نہیں کیونکہ اس بات سے تو کوئی عالم جدا نہیں ہوتا
اور نہ وہ رائے مقصود ہے جسکا اعتماد سنت پر کچھ بھی نہ ہو
کیونکہ کوئی مسلمان یقیناً ایسی رائے کا پابند نہیں اور
نہ استنباط اور قیاس پر قادر ہونا مراد ہے کیونکہ احمد اور اسحق
بلکہ شافعی بھی بالاتفاق اہل رائے نہیں ہیں حالانکہ
وہ استنباط اور قیاس کرتے ہیں بلکہ غرض اہل رائے سے
وہ لوگ ہیں جنھوں نے بعد ان مسائل کے جنپر مسلمانوں کا
یا انکے جمہور کا اتفاق ہوگیا ہے متقدمین سے کسی شخص کی
اصل کے مطابق تخریج کی طرف توجہ کی اور انکا بڑا اہتمام یہی
ہوا کہ نظیر کو نظیر پر محمول کرینا اور اصول میں سے کسی اصل پر
لیجانا نہ یہ کہ احادیث اور آثار کو ڈھونڈیں۔ اور فرقہ
ظاہری وہ جو کہ قیاس اور آثار صحابہ و تابعین کے
قائل نہوں جیسے داود اور ابن حزم اور ان دونوں
فرقوں کے بیچ میں محققین اہل سنت ہیں جیسے
احمد اور اسحق۔

اور منجملہ دوسری بات یہ پیدا ہوئی کہ لوگوں نے تقلید
پر اطمینان کر لیا اور تقلید انکے سینوں میں چیونٹی کی طرح
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ورد عليه فلم ينقطع الكلام الا بالمصير الى تصريح[1]
رجل من المتقدمين في المسئلة وايضا جور
القضاة فان القضاة لما جاروا اكثرهم ولم يكونوا
امناء لم يقبل منهم الا ما لا يريب العامة فيه ويكون
شيئا قد قيل من قبل وايضا جهل رؤس
الناس واستفتاء الناس من لا علم له بالحديث
ولا بطريق التخريج كما ترى ذلك ظاهرا في اكثر
المتاخرين وقد نبه عليه ابن الهمام وغيره
وفي ذلك الوقت سمي غير المجتهد فقيها
وفي ذلك الوقت تبنوا على التعصب والحق
ان اكثر صور الخلاف بين الفقهاء لا سيما
في المسائل التي ظهر فيها اقوال الصحابة في
الجانبين كتكبيرات التشريق وتكبيرات العيدين[2]
ونكاح المحرم وتشهد ابن عباس وابن مسعود
والاخفاء والجهر بالبسملة وبامين والاشفاع
والايتار في الاقامة ونحو ذلك انما هو في
ترجيح احد القولين وكان السلف لا يختلفون

اسکے فتوے میں اعتراض کیا جاتا تو رہا نہ جاتا اور بدون
رجوع کرنے کے متقدمین میں سے کسی کی تصریح پر اس امر میں بحث
موقوف ہوتی۔ اور ایک وجہ تقلید کی قاضیوں کا ظلم کرنا ہے
کیونکہ جب اکثر قاضیوں نے ظلم کیا اور امین نہوے تو انکے
وہ حکم مقبول ہوے جنمیں عوام کو شک نہو اور جنکو پہلے
کسی نے کہا ہو۔ اور ایک وجہ یہ ہوئی کہ رؤسا جاہل
ہو اور لوگوں نے ایسوں سے مسائل پوچھے جنکو حدیث یا
طریق تخریج کا علم نتھا جیسے اکثر متاخرین کا حال ظاہر
ہی دیکھتے ہو اور ابن ہمام وغیرہ نے اس بات پر تنبیہ کی
ہی اور اسوقت میں غیر مجتہد کو فقیہ کہنے لگے اور اسی
وقت میں یہ لوگ تعصب پر جمگئے اور سچ یہ ہی کہ خلاف
فقہا کے اکثر صورتوں میں صرف دو قولوں میں سے ایک کو
ترجیح دینے میں ہیں خصوص ان مسائل میں جنمیں صحابہ
کے اقوال دونوں طرف ہیں مثلاً تکبیرات تشریق اور تکبیرات
عیدین اور احرام والی کا نکاح اور ابن عباس اور ابن مسعود کا
تشہد اور آہستہ اور پکار کر پڑھنا بسم اللہ اور آمین کا اور جفت
طاق کہنا تکبیر کا اور اسکے مانند اور باتیں۔ اور پہلے لوگوں کو تکرار نتھا

[1] متقدمین کی تصریح کو ماننا اور ہم عصروں کے اجتہاد کو نہ ماننا یہی تقلید ہی ۱۲ [2] تکبیرات تشریق یعنی بعد نماز فرض بجماعت اللہ اکبر اللہ اکبر [illegible] بعض کے نزدیک [illegible] نمازوں میں ہی اور بعض کے نزدیک [illegible] سے تیرھویں کی عصر تک تیئیس نمازوں میں اور تکبیرات عیدین [illegible] سات رکعت اول میں اور پانچ رکعت دوم میں کل بارہ ہیں اور [illegible] کے نزدیک تین تین ہر رکعت میں کل چھ ہیں اور محرم [illegible] کی طرح [illegible] بعض کے نزدیک جائز ہی اور بعض کے نزدیک ناجائز اور ابن عباس کا تشہد [illegible] التحیات المبارکات الصلوات الطیبات [illegible] السلام علیک [illegible] اور ابن مسعود کا تشہد معروف ہی اور تکبیر کی جفت و طاق کہنے سے [illegible] قد قامت الصلوۃ کے بار دو دو بار [illegible] ۱۲

فی اصل المشروعیة وانما کان خلافهم
فی اولی الامرین ونظیره اختلاف القراء فی
وجوه القرأت وقد عللوا کثیرا من هذا
الباب بان الصحابة مختلفون وانهم جمیعا علی
الهدی ولذلک لم یزل العلماء یجوزون
فتاوی المفتین فی المسائل الاجتهادیة و
یسلمون قضاء القضاة ویعملون فی بعض
الاحیان بخلاف مذهبهم ولذا لا تری
ائمة المذاهب فی هذه المواضع الا وهم یصححون
القول ویثبتون الخلاف یقول احدهم
هذا احوط وهذا هو المختار وهذا احب الی
ویقول ما بلغنا الا ذلک وهذا کثیر فی
المبسوط وآثار محمد رح وکلام الشافعی ثم
خلف من بعدهم خلف اختصروا کلام القوم
فقووا الخلاف وثبتوا علی مختار ائمتهم
والذی یروی من السلف من تاکید
الاخذ بمذهب اصحابهم وان لا یخرج منها
بحال فان ذلک الامر جبلی فان کل انسان یحب
ما هو مختار اصحابه وقومه حتی فی الزی
والمطاعم او لصولة ناشئة عن ملاحظة
الدلیل او نحو ذلک من الاسباب فظنه البعض

کہ اصل مشروع ہونے میں اختلاف نکرتے تھے بلکہ انکا اختلاف
دونو باتوں میں سے بہتر کے بارہ میں تھا اور اُسکی نظیر قاریوں کا
اختلاف وجوہ قراءت میں ہے اور اس قسم کی بہت سی باتوں
کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ صحابہ میں باہم اختلاف ہے اور وہ سارے
ٹھیک راہ پر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ علما مفتیوں کے فتاوے
مسائل اجتہادی میں ہمیشہ جائز رکھتے رہے اور قاضیوں کے
حکم مانتے رہے اور کبھی اپنے مذہب کے خلاف پر بھی عمل
کیا اور ایسے جگہوں میں مذاہب کے ائمہ کو اسکے سوا
نہ دیکھوگے کہ وہ ہر قول کی تصحیح کرتے ہیں اور خلاف کو
اسطرح کہنے سے ثابت کرتے ہیں کہ کوئی اُنمیں سے کہتا ہے
کہ یہ قول محتاط تر ہے یا یہ قول مختار ہے یا میرے نزدیک
زیادہ محبوب ہے اور کوئی کہتا ہے کہ ہمکو اسکے سوا کچھ نہیں
پہونچا اور یہ بات مبسوط اور آثار محمد اور کلام شافعی میں
بہت ہے۔ پھر اُنکے بعد کچھ لوگ پیچھے ہوے جنھوں نے
قوم کے کلام کو مختصر کیا اور خلاف کو قوی کر دیا اور اپنے
اماموں کے قول مختار پر جم گئے اس خیال سے کہ سلف سے
تاکید مروی ہے کہ اپنے اصحاب کے مذہب کو اختیار کریں
اور کسی حال میں اُس سے باہر نہوں کیونکہ یہ بات سرشتی ہے
کہ آدمی اپنی قوم اور اصحاب کے مختار کو پسند کیا کرتا ہے حتی کہ
لباس اور خورش میں بھی یا غلبہ کے خیال سے کہ دلیل کے
دیکھنے سے پیدا ہوا ہو یا اسیطرح کسی اور خیال سے پس بعض

الصور المستبعدة التي من حقها أن لا يتعرض
لها عاقل ويستحب العمومات والإيماءات من كلام
المخرجين فمن دونهم مما لا يرتضي استماعه
عالم ولا جاهل وفتنة هذا الجدل والخلاف
والتعمق قريبة من الفتنة الأولى حين تشاجروا
في الملك وانتصر كل رجل لصاحبه فكما
أعقبت تلك ملكا عضوضا ووقائع
صماء عمياء فكذلك عقب هذه جهلا
واختلاطا وشكوكا ووهما ما لها من أرجاء
فنشأت بعدهم قرون على التقليد الصرف
لا يميزون الحق من الباطل ولا الجدل
من الاستنباط فالفقيه يومئذ هو الثرثار
المتشدق الذي حفظ أقوال الفقهاء قويها
وضعيفها من غير تمييز وسردها بشقشقة
شدقيه والمحدث من عد الأحاديث صحيحها
وسقيمها وهذها كهذ الأسمار بقوة لحييه
ولا أقول ذلك كليا مطردا فإن لله طائفة
من عباده لا يضرهم من خذلهم وهم
حجة الله في أرضه وإن قلوا ولم يأت قرن بعد ذلك
إلا وهو أكثر فتنة وأوفر تقليدا وأشد
انتزاعا للأمانة من صدور الرجال حتى

جو اس لائق تھیں کہ کوئی عاقل انکے درپے نہو اور ترجیح کرنیوالون
اور انکے ہم رتبہ والون کے کلام سے وہ عمومات اور اشارات
پسند کرنے لگے جنکے سننے سے کوئی عالم و جاہل خوش نہو اور اس
لڑائی جھگڑے اور باریک بینی کا فساد پہلے فساد کے قریب تھا
جس وقت لوگ ملک گیری مین جھگڑے تھے اور ہر شخص نے اپنے
ساتھی کی حمایت کی تو جیسے پہلے فساد کے پیچھے سلطنت ظلم
آمیز اور واقعات اندھا دھند تھے ایسے ہی اس لڑائی جھگڑے
کے بعد ایسی جہالت اور خلط اور شک اور وہم واقع تھے
جنکی کچھ حد نہین پھر ان لوگون کے بعد بہت سے قرن نرے
تقلید پر پیدا ہوے کہ نہ حق کو باطل سے جدا کرتے نہ جدل کو استنباط
سے تو فقیہ اسوقت وہی تھا جو بہت بکی منہ پھٹ ہو کر فقہا کے
قوی اور ضعیف اقوال کو بدون تمیز کے یاد کرلے اور انکو باچھیں
چیر چیر بیان کرے اور محدث وہ تھا جو صحیح اور سقیم حدیثونکو
شمار کرے اور اپنی کلے کی زوری سے انکو کہانیون کی طرح
بکتا چلا جاوے اور مین یہ بات کلیہ کے طور پر عام نہین
کہتا ہون کیونکہ خدا کے بندون مین سے ایک گروہ ایسا بھی
ہے کہ جو لوگون کا انکے مخالف ہونا انکو ضرر نہین کرتا اور وہ
اللہ تعالی کی زمین مین اسکی حجت ہین اگرچہ کم ہین
اور اس زمانہ کے بعد جو قرن ہوا وہ فتنہ مین زیادہ اور
تقلید مین زیادہ تر اور لوگون کے دلون مین سے
امانت کی نکل جانے مین بڑھکر ہوا یہان تک کہ

اطمانوا بترك الخوض في امر الدين
وبان يقولوا انا وجدنا آباءنا على امة
وانا على آثارهم مقتدون والى الله
المشتكى وهو المستعان وبه الثقة وعليه
التكلان وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه
الرسالة المسماة بالانصاف في بيان اسباب
الاختلاف والحمد لله تعالى اولاً وآخراً
وظاهراً وباطناً ۔

تمت بالخير

دین کے معاملہ مین غور کرنے پر مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے
کہ ہمنے اپنے باپ دادونکو ایک دین پر پایا اور ہم اُن ہی
کے قدم کے نشانون پر انکی پیروی کرتے ہین اور اس
بات کی شکایت خدا ہی سے ہے اور اُسی سے مدد مطلوب
ہے اور اُسی پر بھروسا اور توکل ہے۔ اور یہ آخر ہے اُن
باتون کا جنکا لکھنا ہمکو اس رسالہ انصاف فی بیان
اسباب الاختلاف مین مقصود تھا اور پہلے اور پیچھے اور ظاہر
اور باطن مین سب تعریفین خدا ہی کو لائق ہین۔

تمت بالخیر

فہرست مضامین ترجمہ انصاف

مضمون	صفحہ
دیباچہ مصنف۔	۲
باب اول ان سببون کے بیان مین جنسے باہم صحابہ مین اور باہم تابعین مین فروعی اختلاف پیدا ہوا ان اختلافات کی نہایت مفید مثالین۔	۳
سعید بن مسیب کے مذہب کی اصل۔	۱۸
ابراہیم نخعی کے مذہب کی اصل۔	19
باب دوم مذاہب فقہا کے مختلف ہونے کے اسباب اور نتیجہ خیز مثالین۔	۲۰
صحابہ اور تابعین کے بعد کتابون کے لکھنے کا الہام ہوا۔	۲۴
امام مالک کا حال۔	۲۵
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا حال۔	۲۶
امام شافعی کا حال۔	۲۸
[illegible] سے کیا غرض ہے۔	۳۲
باب سوم اہل حدیث اور اہل رائے کے اختلاف کا سبب۔	〃
اول درجہ کے محدثون کا ذکر۔	۳۷

مضمون	صفحہ
مسائل کے جواب مین لوگون کا قاعدہ۔	۴۰
دوسرے درجہ کے محدث	۴۱
بخاری اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی بڑے عالم مشہور ہین۔	۴۲ تا ۴۴
تخریج کا قاعدہ۔	۴۸
علماے محقق فقہ اور حدیث دونون کو خفیا کرتے رہے۔	۵۰
دونون فرقون کو کیا مناسب ہو۔	۵۱
ابو سلیمان خطابی کا قول ضرورت فقہ اور حدیث مین۔	〃
فقہا کو برا کہنے والا گنہگار ہو۔	۵۲
باب چہارم چوتھی صدی سے پہلے لوگون کا حال۔	۵۶
مجتہد مطلق کا حال۔	۵۷
بعد دو صدیون کے پابندی مذہب معین کی واجب ہو گئی۔	۵۸
اصحاب وجوہ کون ہین۔	۶۱
مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب کا بیان	۶۲
مذہب مجتہدین کی پابندی ایک راز ہے	۶۴
اللہ تعالے کا۔	۶۴
قول ابن زیاد شافعی یمنی کا۔	
قول سیوطی ضمن مین قول ابن زیاد کے۔	۶۵
تقلید پہلے واجب نہ تھی پھر کیسے واجب ہوئی	۷۰
ہندوستان کے جہلا پر تقلید ابو حنیفہ واجب ہے	۷۱
اور انکے مذہب سے باہر نکلنا حرام۔	〃
مجتہد مطلق پانچ باتون کے جاننے سے ہوتا ہے	〃
مجتہد مستقل تین باتون مین اوروں سے ممتاز ہوتا ہے	۷۵
مجتہد مطلق اور منتسب فی المذہب کی مثالین۔	
مذاہب ائمہ چہارگانہ مین کس قسم کے مجتہد ہوئے	۷۸
مذہب شافعی کی اصل۔	
مذہب شافعی کا دشمن برا ہو۔	۸۱
باب پنجم اُن باتون کے بیان مین جو	۸۱
چوتھی صدی کے بعد ہوئین۔	〃
قول امام غزالی کا۔	〃
اہل رائے اور فروعی ہیری کون لوگ ہین	۸۹
تقلید کے پھیلنے کے وجوہ۔	〃
اخیر زمانہ کے فقیہ اور محدث۔	

دفتر انجم کی مخصوص بیش بہا کتابون کی فہرست

حمایل شریف مترجم

مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ

یہ وہی حمایل شریف ہو جسکا اشتہار آپنے انجم کے ساتھ کئی مرتبہ دیکھا ہو جسکی حسن وخوبی سے آپ حضرات اچھی طرح واقف ہو چکے ہین جسمین علاوہ سلیس اور قابل اعتبار ترجمہ کے حاشیہ پر ایک نہایت کارآمد تفسیر بھی ہو اور آیات کے شان نزول عمدہ سلیقہ سے بیان کیے گئے ہین اور آخر مین ایک رسالہ بھی ہو جسمین تمام اُن انبیا کے حالات ہین جنکا ذکر قرآن پاک مین ہو اسی طرح اور بھی بہت سے کارآمد مضامین اس رسالہ مین ہین - یہ حمایل شریف حاشیہ دار مجلد ہو - رنگ حنا کا زرد ہو اور ایک عمدہ کاریگر کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو - جلد پورے چمڑے سے منڈھی ہوئی اور چاندی کے خوشنما کام سے مزین ہو - قیمت برعایت خاص تین روپیہ

حمایل شریف معری تقطیع خورد

اس حمایل شریف مین چند خوبیان قابل ذکر ہین - (۱) تقطیع بہت چھوٹی ڈاکخانہ کے کارڈ کے برابر (۲) قلم بہت صحیح اور خوشخط (۳) چھپائی بہت صاف (۴) متن حنائی (۵) حمایل شریف کے شروع مین ایک رسالہ ہو جسمین بہت مفید مضامین ہین (۶) حمایل کے آخر مین ایک رسالہ ہو جسکے ذریعہ سے تمام امراض کا علاج آیات قرآنی سے کیا جاسکتا ہو جلد نہایت خوبصورت ہو - صرف عمر

علم الفقہ | یہ وہی فقہی مقدس رسالہ ہو جو سات برس سے ماہوار شایع ہو رہا ہو جسمین حنفی فقہ کی مستند کتابون سے عربی مسائل منتخب کرکے لکھے جاتے ہین تعریف کی اب بالکل ضرورت نہین تمام ملک نے اسبات پر اتفاق کرلیا ہو کہ فقہی مسائل کی تعلیم کے لیے اس سے بہتر آجتک کوئی کتاب اُردو زبان مین شایع نہین ہوئی چھ جلدین اس رسالہ کی اس وقت تیار ہین - جلد اول طہارت کا بیان قیمت ۸ر جلد دوم نماز کا بیان قیمت عہ جلد سوم روزہ کا بیان قیمت ۸ر جلد چہارم زکوٰۃ وعشر کا بیان قیمت ۸ر جلد پنجم حج و زیارت کا بیان قیمت ۸ر جلد ششم جسمین نکاح کے مسائل بیان کیے ہین قیمت ۸ر

ترجمہ اسد الغابہ | یہ وہی مقدس کتاب ہو جسمین (۵۰۰۰) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے حالات ہین اُردو زبان مین آجتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جسمین تمام صحابہ کا تذکرہ ہو - چھ جلدین اس کتاب کی تیار ہین شایقین جلد طلب کرین ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا دشوار ہو پہلی جلد جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اور نہایت جامع تذکرہ کے بعد (۷۶۳) صحابہ کا تذکرہ ہے - دوسری جلد جسمین (۹۶۳) صحابہ کا تذکرہ ہو تیسری جلد جسمین (۸۰۵) صحابہ کا تذکرہ ہو جلد چہارم مین (۵۰۲) صحابہ کا تذکرہ ہو جلد پنجم مین (۶۲۱) صحابہ کا تذکرہ ہے جلد ششم مین (۸۰۹) صحابہ کا تذکرہ ہو - قیمت فی جلد عہ

ترجمہ تاریخ طبری | عربی کی قدیم و مستند تاریخ ابتک نادر تھی اسکے ترجمہ کا تو خیال بھی نہ آتا تھا انجم کی برکت سے اس کتاب کا ترجمہ شروع ہو گیا - پہلی جلد جسمین ابتداے آفرینش سے حضرت موسیٰ تک کے حالات ہین

دفتر النجم کی مخصوص بیش بہا کتابون کی فہرست

آیات بینات کامل

اسوقت اس بےنظیر کتاب کی تینون جلدین ہمارے پاس موجود ہین

کاغذ- لکھائی- چھپائی- ان تینون جلدون کی نہایت اعلی ہو- اس کتاب کی شہرت ایسی نہین ہو کہ مضامین کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت ہو۔

پہلی دونون جلدون مین صحابہ کرام کے فضائل عقلی و نقلی شواہد اور مسلم فریقین دلائل سے نہایت دلچسپ و فصیح عبارت مین بیان کیے ہین اور شیعون کی صحیح و معتبر روایتین تقریباً دو سو نقل کی ہین- جلد اول کے آخر مین نکاح ام کلثوم کی بحث بہت ہی نفیس ہو- جلد سوم مین طعن فدک کے قلع و قمع کے بعد وہ شروع متعہ پر چند مقدمات لکھے ہین اور ایسے عمدہ اور کارآمد نکتے بیان کیے ہین اور شیعون کی کتابون سے ایسا عمدہ سامان فراہم کیا ہو کہ اسکی خوبی دیکھنے سے تعلق ہو قیمت جلد اول و دوم یکجا [illegible] - قیمت جلد سوم [illegible]

ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ

الحمد للہ کہ تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ سلیس اردو مین چھپ گیا تحفہ اثنا عشریہ کے نام سے کون واقف نہین ہو کون نہین جانتا کہ شیعہ سنی کے مناظرہ مین ایسی دلچسپ اور بےنظیر کتاب آجتک نہین لکھی گئی یہ کون نہین جانتا ہو کہ تحفہ اثنا عشریہ مین شیعہ مذہب کے تمام اصول و فروع کو ایسے تحقیق دلائل سے باطل کیا ہو کہ کسی شیعہ کو سر اٹھانے کی ہمت باقی نہین رہی- تمام شیعون نے اپنی متفقہ کوشش اسکے جواب لکھنے مین ختم کردی مگر کچھ نہو سکا- جس کتاب کے مصنف حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہون اسکی حسن و خوبی کا کیا پوچھنا- حق یہ ہو کہ اس کتاب کے دیکھنے سے آدمی ایک تبحر مناظر بن سکتا ہو اور شیعہ مذہب کی اصل حقیقت معلوم کرنیکے لیے دوسری کتاب کا محتاج نہین رہ سکتا- نام اس ترجمہ کا ہدیہ مجیدیہ ہے حجم ۱۲ [illegible] صفحہ لکھائی چھپائی- کاغذ- قابل دید ہو قیمت [illegible] اب یہ کتاب کمیاب ہوگئی ہو کیونکہ اسکو چھپے [illegible]

مناظرہ حصہ اول و دوم و سوم

یہ دونایاب مضامین جو النجم کے ساتھ شایع ہوے ان مضامین کا لطف بغیر دیکھے معلوم نہین ہو سکتا صاف اور سلیس دلچسپ اردو عبارت مین علمی تحقیقات اور فن حدیث کے نکتے ہین اس مین شیعون کے امام مولوی حامد حسین کے استقصا کی عجیب و غریب لطیفے شیعون کے تمام [illegible] بحث ہو وہ [illegible] اور دوسرے حصے کو بھی اسی پر قیاس کریے ان دونون حصون مین علاوہ اور لطیف اور نادر مضامین کی قرآن کریم کے متعلق ایسے دقیق مباحث لکھے گئے ہین جنکو دیکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہو- ایمان تازہ ہوتا ہو اور قرآن پاک کی عظمت و جلالت ظاہر ہوتی ہو اور یہ کتاب حصہ سوم مین فن حدیث کے مباحث شروع کیے گئے ہین فریقین کی احادیث پر محققانہ نظر ڈالی گئی ہے